

## سرکاری رپورٹ

## بلوچستان صوبائی اسمبلی

گیارہویں اسمبلی رگیارہواں ریکوزیشنڈ اجلاس

## مباحثات 2019ء

﴿اجلاس منعقد 8 اپریل 2019ء بمطابق 2 شعبان 1440ھ بروز سوموار﴾

صفحہ نمبر	مندرجات	نمبر شمار
1	تلاوت قرآن پاک وترجمہ	1
2	پینل آف چیئرمین کا اعلان،	2
2	رخصت کی درخواستیں۔	3
3	پی ایس ڈی پی 19-2018ء پر عام بحث۔	4

## بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 8 اپریل 2019ء بمطابق 2 شعبان 1440ھ بروز سوموار بوقت شام 5 بجکر 15

منٹ پریزیدنت جناب اسپیکر، میر عبدالقدوس بزنجو، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کونٹہ میں منعقد ہوا۔

میر عبدالقدوس بزنجو (جناب اسپیکر)۔ السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

وَنَزَّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۖ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ۝

وَإِذْ أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَابَ جَانِبَهُ ۖ وَإِذْ أَمْسَهُ الشُّرُكَانَ يَتُوسَّوْا

قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَى شَاكِلَتِهِ ۗ فَرُبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَى سَبِيلًا ۝

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ۔

ترجمہ: یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لئے تو سرسرفشا اور رحمت ہے۔ ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔ اور انسان پر جب ہم اپنا انعام کرتے ہیں تو وہ منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ بدل لیتا ہے اور جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ مایوس ہو جاتا ہے۔ کہہ دیجیئے! کہ ہر شخص اپنے طریقہ پر عامل ہے، جو پوری ہدایت کے راستے پر ہیں انہیں تمہارا رب ہی بخوبی جاننے والا ہے۔ وَمَا عَلَّمْنَا إِلَّا الْإِنْسَانَ الْإِنْسَانَ۔

جناب اسپیکر۔ جزاک اللہ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ میں قواعد و انضباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 13 کے تحت رواں اجلاس کیلئے ذیل اراکین اسمبلی کو پینل آف چیئرمین کیلئے نامزد کرتا ہوں۔

1- ڈاکٹر بابہ بلیدی صاحبہ۔ 2- جناب قادر علی نائل صاحب۔

3- جناب احمد نواز بلوچ صاحب۔ 4- یونس عزیز زہری صاحب۔

جناب اسپیکر۔ سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

شمس الدین (سیکرٹری اسمبلی)۔ سردار محمد صالح بھوتانی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ عمرے کی ادائیگی کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب اسپیکر۔ آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی۔: میر محمد عارف محمد حسنی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب اسپیکر۔ آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی:- سردار مسعود علی خان لونی (پارلیمانی سیکرٹری) نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب اسپیکر۔ آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی:- میر اسد اللہ بلوچ صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب اسپیکر۔ آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی:- جناب عبدالخالق ہزارہ صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب اسپیکر۔ آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی:- حاجی عبدالواحد صدیقی صاحب نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر۔ آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی:- مولانا نور اللہ صاحب نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر۔ آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی:- محترمہ مستورہ بی بی نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر۔ آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی:- ڈاکٹر ربابہ صاحبہ نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر۔ آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی:- محترمہ فریدہ بی بی صاحبہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر۔ آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔ آج کے اجلاس میں ایجنڈے کے مطابق حزب اختلاف کے اراکین کی جانب سے حسب ذیل موضوع پر بحث ہوگی۔

1۔ پی ایس ڈی پی 19-2018ء۔

2۔ بلوچستان میں حالیہ بارشوں سے ہونے والی نقصانات۔

3۔ امن و امان کی صورت حال۔

قائد حزب اختلاف پی ایس ڈی پی 19-2018ء پر بحث کا آغاز کریں گے۔ جو ممبرات کرنا چاہتے ہیں وہ اپنا نام بھیج دیں۔ ان کے ہر ممبر کا پانچ منٹ ہیں۔ پارلیمانی لیڈر کے دس منٹ۔ اپوزیشن لیڈر کے پندرہ منٹ۔

ملک سکندر خان ایڈووکیٹ (قائد حزب اختلاف)۔ جناب اسپیکر! یہ پابندی اگر آپ لگائے گے تو یہ بحث کیسے مکمل ہوگی۔

جناب اسپیکر۔ اگر آپ اپنے اسمبلی کے رولز کے مطابق نہیں چلے گے۔ میں کہتا ہوں کہ ہر ممبر کو بولنے کا موقع مل جائے to the points چیزیں آجائیں۔

قائد حزب اختلاف۔ جناب اسپیکر! اس بات کی ہم تائید کرتے ہیں کہ اسمبلی کو قواعد کے مطابق چلنا چاہئے

چونکہ یہ اجلاس اپوزیشن کی Requisition پر ہے۔ اس لئے اپوزیشن کو کم از کم اپنا مافی الضمیر۔۔

جناب اسپیکر۔ پی ایس ڈی پی پر ساری اپوزیشن ہی بولے گی۔ جی بسم اللہ کریں۔

نواب محمد اسلم خان رئیسانی:- پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب اسپیکر! ایک ہی topic ہے اور کوئی topic نہیں ہے۔ میں آپ کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں ایوان کے دونوں اطراف سے میرے کانوں میں یہ آواز سنائی دی کہ الفاظ کا چناؤ کیا جائے اور الفاظ کے چناؤ کرنے کے بعد اُس کو پیش کیا جائے۔ یہاں قائد ایوان کی طرف سے ایک statement ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے پی ایس ڈی پی کے رٹ لگانے والے مفاد پرست، پہلے تو آپ دوسرے آئٹم چھوڑیں بلائیں قائد ایوان کو ثابت کریں کہ مفاد پرست کون ہیں۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے)۔ پھر اُس کے بعد ہم دوسری بات کریں گے۔ پہلے آپ بلائیں قائد ایوان کہ وہ جواب دیں ہم میں سے کوئی مفاد پرست ہے۔ یا قائد ایوان خود مفاد پرست ہیں۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے)۔ جناب! میں نے پہلے آپ کو کہا کہ یہ عزیز و فریبوں کا ملک ہے۔ یہ سیال کا وطن ہے۔ کچھ چیزیں رولز کے مطابق ہوتی ہیں۔ کچھ چیزیں بلوچستان اسمبلی کی روایات کے مطابق ہوتی ہیں۔ جام صاحب نے مجھ سے دو دفعہ رابطہ کیا۔ لیکن میں نے اُن سے بات نہیں کی۔ اور اگر جام صاحب مجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں اس اسمبلی کے فلور پر جرگے کے سامنے مجھ سے بات کریں۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے)۔ فون پر میں جام صاحب سے بالکل بات نہیں کروں گا۔

جناب اسپیکر۔ آپ کی بات درست ہے۔ لیکن اگر اس میں کوئی غیر پارلیمانی یا ایسی کوئی بات ہے جس پر آپ کو دکھ ہے۔ تو اس پر آپ تحریک لاسکتے ہیں۔

نواب محمد اسلم خان رئیسانی:- It is breach of the privilege of the House, because he has addressed in the House یہ خیال تھی۔ قائد ایوان کو تنبیہ کریں کہ اس قسم کے الفاظ استعمال نہیں کریں۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے)۔

جناب اسپیکر۔ نواب صاحب! اس پر آپ تحریک لائیں۔ ہاؤس کا پراپرٹی بنا دیں۔

قائد حزب اختلاف۔ شکر یہ۔ جناب اسپیکر! جس طرح جو حقیقتیں بالکل کلیئر ہے اُس میں دوہرائے نہیں ہیں۔ جس طرح ہم کہتے ہیں کہ Bench and Bar گاڑی کے دوپیسے ہیں۔ اسی طرح حکومت اُس کے وزراء اور بیورو کریسی یہ بھی گاڑی کے دوپیسے ہیں اُستاد اور شاگرد۔ اسی طرح ایک جمہوری عمل میں اپوزیشن اور ٹریڈری پنچر یہ بھی گاڑی کے دوپیسے ہیں۔ نہ تو گورنمنٹ اپوزیشن کے بغیر کما حقہ اپنی فرائض سرانجام دے سکتی

ہے۔ اور نہ ہی کما حقہ لوگوں کی خدمت کر سکتی ہے۔ اپوزیشن یہاں بحث میں قراردادوں میں تحریک التواء میں اور مختلف قانونی طریقوں سے وہ تمام خامیاں اور کمزوریاں، حکومت کے سامنے لاتی ہے۔ جس پر حکومت کیبنٹ میننگ میں یا جب آپس میں بیٹھتے ہیں تو انکو زیر غور لاتے ہیں۔ لیکن بد قسمتی سے یہاں اس حقیقت کو سمجھتے ہوئے بھی یہ سوچا جاتا ہے کہ انکے راستے کیسے بند کئے جائیں۔ حزب اختلاف مختلف اطراف سے نواب صاحب نے ایک پوائنٹ اٹھایا کل statement یہ تھا کہ حزب اختلاف پی ایس ڈی پی کا رٹ لگائے پھرے، ہم اپنا کام کرینگے۔ تو یہ ساری چیزیں اُس حوالے سے قابل غور ہے۔ کبھی پچھلے ادوار کا سہارا لیا جاتا ہے۔ کہ بلوچستان کی پسماندگی کا اصل بنیاد پچھلے ادوار ہیں۔ چلو ہم مان لیتے ہیں کہ پچھلے ادوار میں اور یہ پسماندگی کے ذرائع بنے ہیں۔ لیکن اس حکومت کو جتنا عرصہ ہوا ہے۔ اُس میں کارکردگی دیکھی جائے۔ تو پچھلے ادوار کو اس سے اچھا سمجھا جائے گا، کم از کم تھوڑا بہت زمین پر کام کی نوعیت کا پتہ چلتا تھا۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ ریکورٹمنٹ پالیسی بہت پرانی ہے۔ ہم ایک نئی ریکورٹمنٹ پالیسی بنائے گے بنیادی چیز یہ ہے کہ اگر کوئی یہ عہد کرے اگر یہ طے کیا جائے کہ غلط کام نہیں کرنا۔ تو جو قواعد و ضوابط اس وقت ہمارے پاس ہیں اُن کے تحت یقیناً کوئی بُرا کام نہیں کیا جاسکتا اور اگر یہ طے کیا جائے۔ کہ ریکورٹمنٹ پالیسی میں میرٹ کو مد نظر رکھا جائے گا۔ تو یقیناً کوئی بھی بلوچستان کا اسٹوڈنٹس ناراض نہیں ہوگا۔ ایجوکیڈٹ پرسن جو بھی بلوچستان کا ہوگا وہ یقیناً خوش بھی ہوگا کیونکہ کلاس میں اگر 100 میرٹ کے لوگ ہوتے ہیں۔ اُن کو پتا ہے وہ آپس میں کلاس فیروز ہیں۔ وہ ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ اگر top والے کو Opportunity ملے گی تو 99 لوگ satisfy ہو جائیں گے۔ اور اگر tale سے لیا جائے گا تو 99 لوگ frustration کا شکار ہونگے۔ آسان سی پالیسی ہے۔ تو اس میں بھی آج ہم اپنے ان دوستوں کو یہی کہتے ہیں۔ کہ ایک ہی پالیسی ہے آپ یہ عہد کریں کہ ہم میرٹ کو اپنائیں گے۔ میرٹ کے مطابق appointment ہونگے تو اُس سے کسی کو کوئی گلہ نہیں ہوگا جو بھی appoint ہوگا باقی سارے مطمئن ہونگے۔ کیونکہ ہر شخص کو اپنی حیثیت کا علم ہوتا ہے جب وہ کسی پیپر میں بیٹھتے ہیں لیکن اگر یہ Nepotism اقرباء پروری کا شکار ہوگا۔ اور سفارش کا شکار ہوگا یا کچھ اور ذرائع تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ ساری باتیں زبانی جمع خرچ کی ہیں۔ جناب اسپیکر! ہم پی ایس ڈی پی کی بات جو کرتے ہیں۔ ایسے نہیں کرتے ہمارے ساتھ اس ایوان میں حکومتی ارکان نے واضح طور پر یہ وعدہ کیا ہے ہر ساتھی جو بھی جملہ ہے وہ محفوظ ہے۔ کہ بلوچستان کو ترقی دینی ہے۔ بلوچستان میں پینے کا پانی فراہم کرنا ہے۔ بلوچستان میں ایجوکیشن پر کوئی Compromise نہیں کرنا ہے۔ بلوچستان میں صحت کا خیال رکھنا اور ہم سب اس بات کا متفق ہوئے۔ اب آٹھ مہینے تک اگر یہاں ہم

یہ بات کرتے ہیں۔ کہ یہ چارسیکٹر جو ہیں۔ وہ ہمارا مطمح نظر رہیں گے۔ اور انہیں پر ہم اپنا کام کریں گے۔ تو اگست میں یہ ساری چیزیں Finalize ہو سکتی تھی اور ستمبر سے اُس پر کام شروع ہو سکتا تھا۔ اور آج 82 ارب میں سے کم از کم 60 ارب روپے بلوچستان میں خرچ ہو چکے ہوتے۔ تو اب تک یہ ساری چیزیں میٹنگوں کی نذر رہی جس کی وجہ سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو 82 ارب کا دستاویز تھا جس میں اس اسمبلی نے اُس دستاویز کو پاس کیا وہ اسمبلی کی پراپرٹی بنی بلوچستان کے لوگوں کے حقوق اُس دستاویز میں بند ہیں، یہ ادھورا رہ گیا۔ اور جب یہ ادھورا رہ جاتا ہے۔ تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ حکومت نے اپنی وہ ذمہ داری جس کا انہوں نے یہاں اسمبلی میں حلف لیا۔ یا انہوں نے As Chief Executive کا بیٹہ میں حلف لیا، وہ فرائض ادا نہیں ہو سکے ہیں۔ یہ ہمارا حق ہے کہ ہم سارے بلوچستان کے عوام کو یہ ساری تفصیلات بتادیں۔ اور اس میں شاید انکار بھی نہیں ہو سکتا۔ جناب اسپیکر! جو یہ فیصلہ ہوا کہ ڈیپارٹمنٹس اپنا فرض ادا کریں گے۔ ہر ڈیپارٹمنٹ میں ترقیاتی کام کیلئے منصوبہ سازی کیلئے وہاں پھر لوگ موجود ہیں اس حوالے سے کسی اسپیشل اسٹنٹ کی کوئی ضرورت کسی بھی جگہ پر نہ تھی نہ ہے۔ ہر ڈیپارٹمنٹ خود کفیل ہے۔ اس میں انجینئرز بھی ہیں اس میں سرویزرز بھی ہیں جو بھی جس فیلڈ کا شخص ضرورت ہو وہ ہر ایک ڈیپارٹمنٹ میں ہے۔ اگر اگست میں یہ کام شروع ہوتا تو ستمبر تک تمام ترقیاتی کاموں کے پی سی و ن بن سکتے تھے۔ ان کی تخمینہ جات بن سکتے۔ تھے لیکن یہ نہیں بنے۔ تو یہ ہم کہتے ہیں کہ اگر اس طرح حکومت چلے گی، اس طرح کے حالات ہونگے تو پھر بلوچستان کی ترقی کا آپ خود جناب اسپیکر! اندازہ لگائیں کہ وہ کیسے ترقی بلوچستان کو ملے گی۔ کیسے لوگوں کے مسائل حل ہونگے؟۔ کیسے لوگوں کے جو درپیش جو چارسیکٹرز انہوں نے یا ہم نے بیٹھ کے رکھے، ان چارسیکٹرز میں کام کیسے ہونگے؟۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ جو پی ایس ڈی پی میں کوتاہی ہوئی ہے، جو غفلت ہوئی ہے، اب اس دستاویز میں اخباری بیانات کے ذریعے دستاویز اب بھی چھپا ہوا ہے۔ جناب اسپیکر! اس کو عام نہیں کیا گیا کہ کس سیکٹر میں ہیں۔ جناب اسپیکر! آپ اس کے گواہ ہیں کہ جب ہم نے یہاں اسمبلی میں وہ کاغذات پیش کیئے اس پر جو figures لکھے ہوئے تھے کاموں کی تفصیل نہیں تھی۔ ہم نے یہاں آپ سے درخواست کی کہ جناب ان کی تفصیل؟۔ آپ نے کہا کہ وہ تفصیل اب تک یہ پورا اجلاس اختتام پذیر ہوا، 2 تاریخ کو وہ تفصیلات کسی کو فراہم نہیں کیے گئے۔ اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ یہ تو دستاویز ہیں اسمبلی کا دستاویز ہیں، بجٹ اسمبلی کے دستاویز ہیں۔ اس میں کسی قسم کی amendments کرنا یا کسی قسم کا رد بدل کرنا، کم از کم یہ ہاؤس کے سامنے اس کا ہونا بھی ضروری تھا۔ اسمیں لایا جانا بھی ضروری تھا۔ اب اگر اس طرح حالات رکھے گئے ہیں تو اس کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ آپس میں بیٹھ کر جو بھی طے کریں گے وہی ہوگا۔

ہمیں یہاں 23 ارکان ہیں حزب اختلاف کے 23 ارکان جو ہیں وہ اس بات کے حقدار ہیں کہ ان کے حلقوں کو وہی ترقی ملے جو دوسرے حلقوں کو ملتے ہیں۔ جناب اسپیکر! ایک اچھا اقدام کیا ہے ہمارے اقتدار کے دوستوں نے۔ انہوں نے دس دس کروڑ روپے ہر ڈسٹرکٹ کو ڈسٹرکٹ ڈویلپمنٹ فنڈ کے حوالے سے دیے ہیں۔ آپ صرف جناب اسپیکر اندازہ لگائیں کہ وہ جو پیسے دیے ہیں ڈسٹرکٹ ڈویلپمنٹ فنڈ سے ان کے پی سی و ن بھی دو تین دنوں میں بن جاتے ہیں۔ ان کی ساری تفصیل دو تین دنوں میں آ جاتے ہیں۔ لیکن پی ایس ڈی پی کا اتنا بڑا پروگرام اب تک تاریکی میں پڑا ہوا ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ جو بھی پی ایس ڈی پی کیساتھ کھیلا گیا ہے جس طریقے سے پی ایس ڈی پی میں کوئی بھی رد و بدل کی گئی ہے یہ غیر اختیاری عمل ہے۔ یہ کاہنہ کا اختیار ہے، نہ کہ سی ایم صاحب کا اختیار ہے۔ نہ حکومت کے اراکین کا اختیار ہے۔ ایک بھی رد و بدل وہ ہاؤس میں لانا ضروری ہے۔ اس کو ہاؤس میں لایا جائے تاکہ پتہ چلے کہ کس قسم کی آن گونگ اسکیمیں، ہم کہتے ہیں کہ آن گونگ اسکیم جس پر کام ہوا ہے جس پر پیسے خرچ ہوئے ہیں وہ یقیناً اس بات کے متقاضی ہے کہ ان اسکیمات کو مکمل کیا جائے۔ کیا یہ حق نہیں بنتا کہ لایا گیا ہے ہاؤس میں اتنے آن گونگ اسکیمز تھے، اتنے ہم drop کر لئے، اتنے کے بارے میں ہم نے فیصلہ کیا کہ ان کو ختم کیا جائے اور اتنے کے بارے میں ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم ان کو carry on کریں گے۔ کم از کم شفافیت تو تھی۔ اگر ہم کوئی تجویز دیتے ہم تو زیادہ سے زیادہ تجویز دے سکتے ہیں۔ کام تو ان کا ہے کام تو انہوں نے کرنا ہے۔ ہم تجویز دیتے ہیں کم از کم ہم کوئی positive دیتے ان کے اس بات کیساتھ ہم agree ہوتے اور آج ہماری درمیان کسی قسم کی کوئی وہ نہیں ہوتی۔ اسی طرح نئی اسکیمز ہیں، نئی اسکیمز میں اگر کوئی رد و بدل کیا جاتا ہے میں پھر یہ عرض کروں گا کہ یہ اس ہاؤس کی پراپرٹی ہے۔ اس ہاؤس میں اس کا آنا لازمی تھا۔ اور اگر اس طریقے سے یہ کام ہوئے تو یقیناً حزب اختلاف جس طرح احتجاج اس سے پہلے کر رہی تھی اس کا وہ احتجاج جاری رہیگا اور اس احتجاج کو ہم اس حد تک جاری رکھیں گے جب یہ یقین ہو جائے کہ یہاں پر یقیناً حکومت والے بھی کہیں کہ ہم نے بھی بے انصافی کو ختم کرنا ہے۔ تو اُس دن ہم ان کو کہیں گے کہ جی آپ کی بات ہم بالکل درست مانتے ہیں۔ لیکن الفاظ سے یا تقاریر سے یا ان طریقوں سے اگر کسی کو تسلی دی جائے تو وہ تسلی تسلی ہوتی نہیں ہے۔ نہ اس سے لوگ مطمئن ہوتے ہیں۔ اب قانون سازی اس اسمبلی کا کام ہے۔ ہم کہتے ہیں لیکن قانون سازی کے ساتھ ساتھ جو اصل یہاں کے لوگوں کا ڈیمانڈ ہے جس کیلئے لوگوں نے ان سب کو ووٹ دیے ہیں جس کیلئے ان لوگوں نے سب کو elect کیا ہے، وہ بھی اس بات کے حقدار ہیں کہ ان کے جو مسائل ہیں وہ پورے ہو جائیں۔ آج کوئٹہ میں جو پانی کی کیفیت ہے جناب اسپیکر! کتنی دفعہ ہم عرض کر چکے ہیں

کہ کوئٹہ کا ایک میگا پراجیکٹ مشرف کے دور میں شروع ہوا۔ اب پتہ نہیں کہ کتنے ارب روپے تک وہ پہنچا ہے۔ یہاں یہ بات کی جاتی ہے کہ اس پراجیکٹ میں پتہ نہیں کیا گیا ہوا ہے لیکن اس اسمبلی کو آج تک نہیں بتایا گیا ہے کہ اس میگا پراجیکٹ میں کیا کیا دشواریاں آئی ہیں کیا کیا پیسے اس میں ایمیزمنٹ ہوئی ہے کیا کیا طریقہ کار ہوا ہے یہ حق بننا تھا کہ اس کو ہاؤس کے سامنے لاتے۔ یہ اسی طرح جو ہیلتھ میں particularly appointments ہوئے ہیں۔ اس کے بارے میں بھی جو اس گورنمنٹ سے پہلے اس کی کمیٹی بنی ہے۔ اس کے بارے میں بھی یہ تھا کہ یہ لایا جائیگا۔ اور اس کے سامنے انکو آری کمیٹی اس کی رپورٹ وہ بھی ابھی تک اسی طرح ہے۔ تو ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ پی ایس ڈی پی کو سامنے لایا جائے پی ایس ڈی پی میں جو کچھ آپ نے اس وقت تک ریلیز کیا ہے۔ اس کو سامنے لایا جائے بھلے کل لائیں، پرسوں لائیں، تاکہ ایک اطمینان بخش اس پر بحث بھی ہو سکے۔ آپ کے اچھے کام کو ہم سراہیں گے۔ ہم اس کی تعریف کریں گے۔ لیکن یہ یاد رکھئے کہ کسی بھی غلط کام کیلئے جس حد تک ہم احتجاج کر سکیں گے، ہم احتجاج کریں گے۔ اور کسی بھی غلط کام کو ہم نہیں ہونے دیں گے۔ اور نہ ہی کسی کو اس بات کی اجازت دیں گے۔

جناب اسپیکر۔ شکر یہ۔ کوئی بولنے والا تھا کہ 35 منٹ ہو گئے۔ آپ نے نام بھیجے ہیں جس جس نے بات کرنی ہے مہربانی کر کے نام بھیج دیں۔ جی نواب صاحب۔

نواب محمد اسلم خان رئیسانی۔ جناب اسپیکر صاحب! آپ کی اجازت سے، آپ کی خدمت میں میں گزارش کروں جس طرح آپ نے پندرہ منٹ اور دس منٹ اور ڈھائی منٹ، تو جناب اسپیکر! جس طرح آپ وقت احسن کیا اور میرے خیال میں جو بلوچستان میں ترقیاتی عمل ہے، اس کو بھی آپ نے اسی طرح تقسیم کر کے بیٹھا ہوا ہے، جناب! اُس دن مجھے یاد پڑتا ہے کہ آپ جناب نے ہمیں کہا تھا کہ دونوں اطراف سے ایک کمیٹی بنے گی جو آپ کی صدارت میں بیٹھے گی اور پی ایس ڈی پی۔۔۔ (مداخلت)۔

جناب اسپیکر۔ نہیں میں نے کمیٹی کا نواب صاحب نہیں کہا تھا میں نے اے سی ایس کو کہا کہ اسکیموں کا وہ تفصیل دے دیں۔

نواب محمد اسلم خان رئیسانی۔ ٹھیک ہے جی آپ نے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ آپ کچھ کریں

جناب اسپیکر۔ میں نے اسکیموں کی تفصیلات مانگنے کیلئے کہا تھا۔

نواب محمد اسلم خان رئیسانی۔ جناب اسپیکر! اس وقت آپ ہاؤس کے Custodian ہیں۔ ہم آپ کو

کہتے ہیں کہ آپ کی صدارت میں آپ گورنمنٹ کے ساتھ ہمیں بٹھائیں تاکہ ہم بھی کچھ دیکھیں۔ اب اسمبلی میں تو سارا دن ہم بحث کریں گے۔ ساری رات ہم بحث کریں گے۔ کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ لیکن یہ ہماری گزارش ہے کہ آپ ایک دفعہ بٹھا تو دیں، اگر آپ نہیں بٹھا سکتے ہیں آپ کہیں کہ نہیں بٹھا سکتے ہیں۔ وہ بھی ہم قبول کریں گے۔

جناب اسپیکر۔ نہیں، اس طرح ہے بٹھانے والی اگر بات ہے پھر دونوں طرف سے ممبر زبنا کے بٹھا تو سکتے ہیں۔

نواب محمد اسلم خان ریسانی۔ آپ حکم دیں، میں ابھی دوستوں کو میں عرض کرتا ہوں کہ اپنے تین ممبرز کے نام آپ کو دیں گے اس طرف سے بھی آجائیں آپ حکم کریں ابھی۔ لیکن اُس دن جناب آپ نے ہمیں assurance دی تھی جناب اسپیکر۔ کیا بٹھانے سے مسئلہ ہو جائیگا؟

نواب محمد اسلم خان ریسانی۔ اُس دن آپ نے ہمیں assurance دی تھی کہ دونوں اطراف سے معزز اراکین بیٹھیں گے اس پی ایس ڈی پی پر نظر ثانی ہوگی یا اس کو دیکھیں گے۔

جناب اسپیکر۔ پہلے اس پر بات کریں گے پھر اس پر دیکھتے ہیں کہ کیا کرنا ہے۔ کمیٹی کی ضرورت پڑتی ہے یا نہیں۔

نواب محمد اسلم خان ریسانی۔ میں گزارش کرتا ہوں یعنی میں محسوس کرتا ہوں کہ کمیٹی کی ضرورت ہے مجھے اب اس ایوان میں آتے جاتے کوئی تینتیس، چونتیس سال ہو گئے ہیں جناب اسپیکر! تو میں سمجھتا ہوں کہ کمیٹی کی ضرورت ہے۔ آپ ہمیں بٹھائیں، اگر آپ نہیں بٹھانا چاہتے ہیں آپ کہہ دیں کہ نہیں بٹھائیں گے ہم بالکل۔ کیونکہ طاقت کا سرچشمہ پہلے عوام تھا لیکن ابھی طاقت کا سرچشمہ آپ لوگ ہیں جو اب ہم خاموش ہو جائیں تو بیٹھ جائیں گے اور ہم کیا کریں۔

جناب اسپیکر۔ ٹھیک ہے نواب صاحب discuss کرتے ہیں۔ جی سردار کھیترا ان صاحب۔

سردار عبدالرحمن کھیترا ان (صوبائی وزیر)۔ شکریہ جناب اسپیکر صاحب۔ جناب اسپیکر صاحب! thank

you very much میں حیران ہوں Senior Parliamentarian ہیں، ہمارے دوست قائد حزب اختلاف پھر نواب صاحب بات یہ ہے کہ جیسے ابھی انہوں نے فرمایا ہے کہ جی بجٹ دستاویز اس اسمبلی کی ہوتی ہے۔ ہم بھی مانتے ہیں ہم نے کب کہا ہے کہ نہیں ہے۔ بجٹ سازی حکومتی بیجنگ کرتی ہے۔ بجٹ ایک سسٹم کے تحت ٹریژری پیپر اس ڈو پلپمنٹ، نان ڈو پلپمنٹ، ایک ترتیب دی جاتی ہے۔ اس کے بعد یہ دستاویز کیبنٹ

میں جاتی ہے۔ جس کو حکومت کہا جاتا ہے۔ وہاں سے منظور ہو کے پھر اس august House میں آتی ہے۔ اور یہ ہاؤس اس کی منظوری دیتی ہے۔ یہ اس کا process ہے۔ سارا سال وہ دستاویز چلتی ہے مارچ، اپریل میں نئے سال کا۔ اب تو کورٹ نے حکم دیا ہے کہ اکتوبر سے اس کا process-start کریں، عام حالت میں مارچ، اپریل میں بجٹ سازی پھر شروع ہو جاتی تھی کہ کتنے نئی پوسٹیں create کرنی ہیں۔ کس ڈیپارٹمنٹ نے اپنے سے زیادہ خرچہ کیا ہے۔ کس نے اس نے بچت کی ہے۔ یہ ساری چیزیں بن کے پھر وہی کابینہ، کابینہ سے اس معزز ایوان میں آتی ہیں۔ پھر اس پر بحث ہوتی ہے۔ اور اس کی منظوری دی جاتی ہے۔ اب دو چیزوں کی منظوری دی جاتی ہے۔ ایک ہوتا ہے ریوانڈ بٹ۔ ایک ہوتا ہے پروپوزڈ بٹ۔ ریوانڈ بٹ وہ ہوتا ہے۔ اچھا میں یہاں بتاتا چلوں میں تو جو نیر بندہ ہوں۔

نواب محمد اسلم خان رئیسانی۔ جناب اسپیکر! مجھے تھوڑی سی آپ اجازت دیں۔

سردار عبدالرحمن کھیتراں۔ اسپیکر صاحب! آپ دے دیں مجھے بٹھادیں۔

نواب محمد اسلم خان رئیسانی۔ آپ سے اجازت مانگ رہا ہوں جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر۔ جی نواب صاحب۔

نواب محمد اسلم خان رئیسانی۔ اگر آپ مجھے چھوڑیں کیونکہ جو ہم سے کہا گیا تھا یہی بحث، یہی مباحثہ پھر ہو رہا ہے۔ یہ اگر ہم ساڑھے بارہ سال بھی ہم یہ بحث کریں، یہ ختم نہیں ہوگی جناب اسپیکر۔ اب فیصلہ کرنا دو چیزیں یا آپ نے فیصلہ کرنا ہے کہ آپ نے ہمیں ٹریڈری پیچر کے ساتھ بٹھا کر پی ایس ڈی پی پر آپ نے ہمیں ان کے ساتھ بات کروانی ہے یا نہیں یا پھر ہم اپنا فیصلہ کریں گے جناب اسپیکر یہ کیا یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ جناب اسپیکر۔ نواب صاحب! آج آپ نے اسمبلی بلایا ہے اس پر ڈسکس کرنے کے لئے۔ ڈسکس کرنے کے بعد ہم دیکھیں گے کہ کمیٹی کی ضرورت ہوتی ہے یا نہیں۔

(اس موقع پر نواب محمد اسلم خان رئیسانی واک آؤٹ کر کے اسمبلی ہال سے باہر چلے گئے۔)

سردار عبدالرحمن کھیتراں (صوبائی وزیر)۔ وہ آپ کی خوشی ہے آپ واک آؤٹ کرنا چاہیں یا نہیں کرنا چاہیں، میں ایک طریقہ کار بیان کر رہا ہوں نواب صاحب کو شاید نہیں لگا میں ایک طریقہ بیان کار بیان کر رہا ہوں۔ جناب اسپیکر۔ حمل جا کے نواب صاحب کو لائیں۔

سردار عبدالرحمن کھیتراں (صوبائی وزیر)۔ نواب صاحب خود فرما رہے ہیں کہ ساڑھے بارہ سال۔ میں کہتا ہوں کہ پونے تیرہ سال تک بھی اگر اس پر بحث کریں گے تو ان کو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ واک آؤٹ کریں گے تو کورم

ٹوٹ جائیگا۔ اسمبلی کی کارروائی ختم ہو جائیگی۔ (اس موقع پر اپوزیشن اراکین واک آؤٹ کر کے اسمبلی ہال سے باہر چلے گئے)۔

سردار عبدالرحمن کھیتراں (صوبائی وزیر)۔ اپنے بلائے ہوئے اجلاس سے واک آؤٹ کر رہے ہیں۔ ماشا اللہ، ماشا اللہ۔ تو اب کچھ نہیں ہوگا نصر اللہ خان۔

جناب اسپیکر۔ اتنے ہوشیار ہیں واپس آ جائینگے۔

سردار عبدالرحمن کھیتراں (صوبائی وزیر)۔ خود آئینگے ابھی ہم نہیں جا رہے ہیں بلائے خود واپس آ رہے ہیں دیکھیں آپ آپ تو واک آؤٹ نہیں کر رہے ہیں۔ آغا صاحب! ناں۔ ہاں نماز کے بعد بیٹھیں میری بات سن لیں پہلے تو جناب اسپیکر صاحب ایک طریقہ کار ہے ایک قانون ہے ایک اس کا۔ آئیے خوش آمدید۔

جناب اسپیکر۔ ٹوکن واک آؤٹ تھا۔

(اس مرحلہ میں اپوزیشن اراکین واک آؤٹ ختم کر کے واپس آئے)۔

سردار عبدالرحمن کھیتراں (صوبائی وزیر)۔ ٹوکن کا بھی چوتھا حصہ، خوش آمدید۔ خوش آمدید۔

میر حمل کھتی۔ سردار صاحب! آپ to the point بات کریں ناں۔

سردار عبدالرحمن کھیتراں (صوبائی وزیر)۔ بالکل میں پی ایس ڈی پی سے اگر ایک لفظ بھی ادھر ادھر گیا تو آپ مجھے جرمانہ کریں۔ جناب اسپیکر صاحب! اس کا ایک طریقہ کار ہے جو قانون نے، جو آئین مقرر کیا ہے۔ ہم اس پر چل رہے ہیں۔ ہر روز ناں اس اسمبلی میں کوئی بجٹ پیش کریگا ناں اگر ریٹریٹرز یا گورنمنٹ یہ محسوس کرتی ہے کہ ہم نے کوئی منی بجٹ دینا ہے تو وہ پھر اس کا طریقہ کار ہے otherwise آپ کی کابینہ کی، آپ کی جناب اسپیکر صاحب گورنمنٹ تھی۔ آپ نے اسی ہاؤس سے اس میں چند لوگ نئے آگئے چند لوگ پرانے ہم جیسے بوڑھے بوڑھے بزرگ واپس آگئے۔ ہم ہی نے پاس کیا تھا۔ اب میں حیران ہوں کہ وہ جو ایک بات پرانے زمانے کے وہ ریکارڈ پلیئر ہوتا تھا، وہ سوئی پھنس جاتی تھی ایک ہی جگہ پر گھوم رہی ہوتی تھی۔ تو ایک ہی پی ایس ڈی پی، پی ایس ڈی پی نواب صاحب نے چیف منسٹری کیا پانچ سال، انکو بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ پی ایس ڈی پی کا کیا طریقہ کار ہوتا ہے۔ بجٹ کا کیا طریقہ کار ہے۔ میں جو نیئر ہوں۔ میں تو ان کو نہیں سمجھا سکتا، وہ مجھ سے بہت سینئر 34-35 سال انہوں نے اسمبلی میں گزارے۔ یہ پندرہ، بیس سال ہم نے بھی بیس، بائیس، پچیس سال ادھر گزار لینیے۔ گزارش یہ ہے کہ تھوڑا سا صبر کر لیں آپ لوگ پی ایس ڈی پی کا کوئی رد و بدل ہوا تھا کوئی اس میں نئی اسکیمیں بغیر حکومت کے بغیر اس کے۔ میری ان سے گزارش ہے ایک topic کو لیکر کے،

بار، بار، بار اپنا وقت ضائع کرینگے۔ مفت میں ہمارا وقت ضائع کرینگے۔ جو original documents ہیں اسمیں ہر قیمت پر اگر یہ اسمبلیاں تھیں، اگر یہ گورنمنٹیں تھیں، اس نے اس ہاؤس میں آنا ہی آنا ہے، ریوائز کی صورت، نہیں جناب! پانچ سال بعد اگر آپ لوگ اسمبلی نئے سرے سے کراتے ہو۔۔۔ (مداخلت) کس نے کہا کہ غلط ہے۔ کس نے کہا کہ غلط بنایا۔۔۔ (مداخلت - شور)۔ جناب اسپیکر صاحب! ہم نے کب کہا کہ غلط بنی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جو چیز بھی پی ایس ڈی پی میں رد و بدل ہوگا، وہ ریوائز ڈی پی ایس ڈی پی کی صورت میں پہلے۔۔۔ (مداخلت)۔

جناب اسپیکر۔ وہ پہلے کب آئے گا؟۔

سردار عبدالرحمن کھیران۔ جی sir۔

جناب اسپیکر۔ وہ پہلے کب آئے گا؟۔

سردار عبدالرحمن کھیران (صوبائی وزیر)۔ یہ مئی میں ہم، جب بجٹ آئیگا اُسکے ساتھ پہلا نمبر ریوائز ڈکا ہوتا ہے۔ پھر پریوز کا ہوتا ہے سر۔ آپ چھ سال چیف منسٹر رہے ہیں۔ مطلب چھ بجٹ گزارے ہیں۔ تو آپ کو تو زیادہ تجربہ ہے۔ تو وہ یہ دونوں چیزیں دستاویز یہی اسی اسمبلی میں آئیں گی۔ میں گارنٹی دیتا ہوں۔ یہ ہاؤس گارنٹی دیتا ہے۔ یہ گورنمنٹ گارنٹی دیتی ہے۔ اس میں اگر حکومت نے کوئی جلسازی کی تھی، آپ لوگ نشاندہی کر لینا۔ اس پر بجٹ کر لینا۔ اگر ہم پاس کر سکتے تھے تو پاس کر لینگے، نہیں تو گورنمنٹ بھی چلی جاتی ہے۔ defer ہو جاتا ہے۔ یا سلسلہ یا وہ بجٹ پاس نہیں ہو سکتا ہے۔ تو میں عرض کر رہا ہوں کہ باقی لاء اینڈ آرڈر پر بات کر لیں۔ ہم بات کرنے کو تیار ہیں۔ یہ جو تباہ کاریاں ہوئی ہیں سیلاب کے، ہم اس پر بات کرنے کو تیار ہیں، یہ میری دست بہ دستہ گزارش ہے ان سے کہ پی ایس ڈی پی کا چھوڑ دیں۔ اب ہم کسی مد میں پیسے خرچ کرینگے جو منظور شدہ ہے اور پھر ہم آئیگی کہ جی اپوزیشن والے مہربانی کر کے کمیٹی بنا دو، ہم جو ہیں یہ چیز خرچ کر رہے ہیں۔ کمیٹیاں بن گئی ہیں۔ پی اینڈ ڈی کی کمیٹی بن گئی۔ پی اے سی بن گئی۔ پی اے سی تمام over-all ہے جناب اسپیکر صاحب! سب چیزوں کو دیکھ سکتی ہے۔ جیسے ملک صاحب نے کہا کہ گریٹر واٹر سپلائی جو کوئٹہ کا پراجیکٹ تھا، ہم چاہتے ہیں کہ اسکی انکوائری ہونی چاہیے۔ ہم چاہتے ہیں پی اے سی کے پاس اختیار ہے۔ اس کا ریکارڈ پچھلے پانچ سال کا منگوائیں۔ جو بھی اس کے ذمہ دار ہوں گے، وہ اس کو سزا ملنی چاہیے۔ کوئٹہ ہمارا دارالحکومت ہے۔ کوئٹہ ہمارا صوبائی دارالحکومت ہے۔ کوئٹہ ہمارے بلوچستان کا سب سے بڑا ضلع ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ انکوائری ہونی چاہیے۔ ہم نے اسی لئے پی اے سی انکوائری پر دے دی کہ ہم اس میں بے دست و پا ہو جائیں۔ آئیں بسم

اللہ کریں ہم اس پر خوش آمدید کہتے ہیں کہ جو جو چیزیں دیکھنا چاہتے ہیں دیکھیں۔ بات یہ ہے ابھی یہ پی پی ایس ڈی پی کی جان چھوڑ دیں please۔ آپ کے سامنے ایک مہینے کے بعد آجائیں گی۔ کیا خرچ ہوا ہے کیا نہیں ہوا۔ کیا excess ہوا ہے کیا surrender ہوا ہے۔ کیا revise نہیں ہوا اور کیا propose ہوا ہے۔ یہ پھر میں گارنٹی پر کہتا ہوں جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر۔ جی سردار صاحب! میرے خیال میں پندرہ منٹ ہو گئے ہیں۔

سردار عبدالرحمن کھٹیران (صوبائی وزیر)۔ جی sir گارنٹی پر میں کہتا ہوں جناب اسپیکر صاحب کہ کوئی حلقہ بلوچستان کے صوبائی اسمبلی کا کوئی حلقہ فنڈز سے محروم نہیں ہوگا۔ اور کسی حلقے کے ساتھ سوتیلی ماں جیسا سلوک نہیں کیا جائیگا Thank you very much۔

(اس مرحلہ میں جناب اسپیکر صاحب ایوان سے باہر چلے گئے اور اجلاس کی صدارت جناب قادر علی نائل، جناب چیئر مین نے کی)۔

قادر علی نائل (جناب چیئر مین)۔ جی مکھی شام لال۔

جناب مکھی شام لال۔ جناب چیئر مین صاحب! ستم ظریفی کی انتہاء ہے کہ ہمارے معاشرے میں ہمیشہ کمزور کے ساتھ ہی زیادتی ہوتی ہے۔ اس روایت کو ہمارے گورنمنٹ آف بلوچستان بھی XXXX۔ جناب چیئر مین! ہمارے شنید میں آیا ہے کہ گورنمنٹ آف بلوچستان ہر ایم پی اے کی نشاندہی پر ہر ضلع میں دس، دس کروڑ روپے انکی نشاندہی پر دیئے جا رہے ہیں۔ جن کی ترقیاتی کے لئے نشاندہی ایم پی ایز کریں گے۔ مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ گورنمنٹ ہمارے معزز خواتین ممبران، معزز اقلیتی ممبران کو نظر انداز کر رہی ہے تاکہ ہم کوئی XXXXXX، یہ آپ کا حق بنتا ہے حاجی صاحب! یہ کہیں مگر یہ X یہ آپ اسکو اتنا کمزور نہیں سمجھیں۔ آپ اس کو اتنا کمزور نہیں سمجھیں آپ یہ محسوس کرتے ہیں اتنا تو XXXXX۔ اور دوسری دفعہ میں XXX، XXX، مگر ہیں پاکستانی۔ ہیں بلوچستانی۔ یہ آپ وہ ذہن سے نکال دیں۔ XXX۔ اور یہ الفاظ آپ جو ہمیں تصور کر رہے ہیں۔ XXXXXXXXXXXX۔؟

قادر علی نائل (جناب چیئر مین)۔ Prder in the House. یہ الفاظ کارروائی سے حذف کیئے جائیں۔

☆ بحکم جناب اسپیکر XXXX، XXXXXX، XXXX، XXX، XXX۔

XXXXXXXXXX۔ یہ الفاظ کارروائی سے حذف کر دیئے گئے۔

جناب مکھی شام لال۔ یہ زیادتی ہے یہ آپ ہمیں یہاں پر۔۔۔ (مداخلت۔ شور۔ اپوزیشن اراکین

اور ٹریڈری پنچر کے کئی ممبران ایک ساتھ اٹھ کر بولنے لگے۔۔۔ مداخلت۔ شور۔)

قادر علی نائل (جناب چیئر مین)۔ لاگو صاحب! آپ بیٹھ جائیں، یہ الفاظ جو بتائے گئے اس حوالے

سے یہ کاروائی سے حذف کیئے جائیں۔ آج کی کاروائی سے حذف کیئے جائیں۔

میر ضیاء اللہ لانگو (وزیر محکمہ داخلہ و قبائلی امور)۔ میں جواب دیتا ہوں، ایک منٹ حاجی صاحب! ایک

منٹ۔ سوال یہ تھا چیئر مین صاحب! یہ ہمارے اپوزیشن کے دوستوں نے پتہ نہیں آج کیا کھایا ہے ہر چیز پر ان کا

بلڈ پریشر بہت زیادہ ہائی ہو رہا ہے۔ ہمارے حاجی صاحب نے۔۔۔ (مداخلت۔ مائیک بند)۔

جناب چیئر مین۔ ضیاء صاحب! آپ بیٹھ جائیں آپ کو فلور دیں گے۔

وزیر محکمہ داخلہ و قبائلی امور۔ میں وضاحت کر رہا ہوں میں وضاحت کر رہا ہوں۔ میں وضاحت کر رہا ہوں

میں وضاحت کر رہا ہوں بات سنیں۔ آپ لوگ بات سنیں۔

میر اختر حسین لانگو۔ ان کو معذرت کرنا چاہیے جناب چیئر مین!۔ ان کو معذرت کرنا چاہیے جناب

چیئر مین۔

جناب چیئر مین۔ آپ لوگ بیٹھ جائیں، آپ لوگ بیٹھ جائیں۔۔۔۔ مداخلت مائیک بند)۔

میر ضیاء اللہ لانگو (وزیر محکمہ داخلہ و قبائلی امور)۔ میں وضاحت کر رہا ہوں۔ مائیک stop کریں۔

جناب چیئر مین۔ حذف کر دیا گیا۔ میں نے بتا دیا۔۔۔ (مداخلت۔ مائیک بند)۔ جی جی، آپ لوگ بیٹھ

جائیں۔ میں رولنگ دیتا ہوں، آپ لوگ بیٹھ جائیں اب۔۔۔ (مداخلت۔ مائیک بند)۔ میں رولنگ دے چکا

ہوں۔ آپ سب بیٹھ جائیں please۔

میر اختر حسین لانگو۔ جناب چیئر مین! بالکل آپ نے رولنگ دی ہے لیکن وہاں سے انکو معذرت کرنا پڑے گی۔

جناب چیئر مین۔ جی جی۔

وزیر محکمہ مال۔ جناب چیئر مین! یہ اسمبلی روایتوں کا ضامن ہیں، جہاں نواب صاحب جیسے باریش

ہمارے شخصیت موجود ہیں اور ہمارے یہاں پر بزرگ موجود ہیں پوری پاکستان میں اس اسمبلی کا مثال

دیا جاتا ہے کہ روایتوں کا یہاں پر عزت کیا جاتا ہے خیال داری کی جاتی ہے۔۔۔ (مداخلت۔ مائیک بند)۔ آپ

میری بات سنیں یا! اکبر جان! بات سنیں ایک سیکنڈ بات سنیں۔ اقلیتوں کا بڑا احترام ہے یا! آپ بات تو سنیں

۔ سارے سینئر لوگ بیٹھے ہیں۔ کوئی جونیئر تو نہیں ہے یہاں پر۔ آپ لوگوں نے ایسے خواخواہ آپ کا پتہ نہیں۔

اقلیتوں کا ہمیشہ یہاں پر احترام کیا گیا ہے۔ عزت کی گئی ہے۔ اور ہم احترام کرتے ہیں۔ حاجی صاحب نے اگر کوئی بات ایسی کہی۔ ایک سیکنڈ آپ تو پوری میری بات تو سن لیں۔ اگر دیکھیں! ہم آپس میں بہت ساری باتیں کرتے ہیں۔ بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ان کے ساتھ کوئی مذاق میں بات کی۔ انہوں نے ان کے ساتھ کی۔ لیکن اس کے باوجود اگر اقلیتی کے جو اس طرف ہمارے دوست بیٹھے ہیں، ان کی دل آزاری ہوئی ہے۔ تو میں معذرت چاہتا ہوں اس سے۔ (ڈیک بچائے گئے)۔ میں معذرت چاہتا ہوں۔ اقلیتوں کا احترام ہے یہاں پر۔۔۔ (مداخلت مائیک بند)۔

میر اختر حسین لانگو۔ جناب چیئر مین! جس نے غلط بات کی ہے اور اپنے اخلاقی جرات کا مظاہرہ کریں اور وہ معافی مانگیں۔  
جناب چیئر مین۔ جی جی بیٹھ جائیں شکریہ آپ لوگوں کا۔  
وزیر محکمہ داخلہ و قبائلی امور۔ جناب چیئر مین! اس بارے میں میں ذرا بات کروں اگر آپ اجازت دے دیں۔

جناب چیئر مین۔ ضیاء صاحب! آپ کو بعد میں فلور دوں گا۔ نصر اللہ زیرے صاحب آپ۔ جی شام لعل۔

جناب مکھی شام لعل۔ جناب چیئر مین صاحب! بہت بڑا شکریہ ان کا۔ مگر ان کے نظریے کی، ان کی بات کا آپ خود بھی محسوس کرتے ہیں کہ ہم لوگوں کے یہ ہیں کیونکہ ان کو پتہ ہے کہ ہندو کچھ نہیں ہیں۔ تو اس لیے ان کا حق بنتا ہے جو بھی بولتے ہیں اچھا ہی ہے ہم نے صرف یہی request کی تھی کہ تمام ممبران جو اس اسمبلی میں ہیں سب برابر کے ہیں۔ ہر ایک اہمیت رکھتے ہیں۔ مگر یہاں پر گورنمنٹ minority اور خواتین کے ساتھ کیوں زیادتی کر رہی ہے؟ انھیں کیوں نہیں ترقیاتی کاموں میں شامل کیا جاتا ہے تو اس لیے میری request ہے مہربانی کر کے میرے اپنے اس میں آپ کے توسط سے کہ مہربانی کر کے کہ minorities اور خواتین ممبران کو بھی وہی اہمیت دی جائے جو ان کے لیے ہیں۔ یہاں پر ہم سب برابر ہیں۔ اور کوئی کسی سے تفریق نہیں ہے۔ چاہے بڑا ہے یا چھوٹا ہے۔ لیکن اس ایوان کا ممبر نہیں۔ تو بہت بڑی مہربانی میری صرف یہی request آپ تک تھی۔

جناب چیئر مین۔ جی نصر اللہ زیرے صاحب۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ thank you جناب چیئر مین! آج کا اجلاس یقیناً اپوزیشن کی جانب سے ریکوزیشنڈ پر بلائی گئی ہے جس کے ایجنڈے کا پہلا نقطہ ہے پی ایس ڈی پی۔ تو جناب چیئر مین صاحب! جیسا کہ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ ہر حکومت کو چلانے کے لیے اسے یقیناً اپنے صوبے کے عوام کو، اس کے ڈویلپمنٹ کے لیے، اس کے ملازمین کی تنخواہوں کے لیے، development اور non-development-works کے لیے انہیں ہر حالت میں بجٹ پیش کرنا ہوتا ہے۔ جناب چیئر مین صاحب! مئی 2018ء میں اس صوبے کا بجٹ پیش ہوا۔ آج اپریل 2019ء ہے۔ کم و بیش 11 ماہ کا طویل عرصہ گزر چکا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ 1 جولائی سے، جولائی، پھر اگست، پھر ستمبر، یہ پہلا کوارٹر کہلاتا ہے۔ اس کے بعد اکتوبر، نومبر، دسمبر دوسرا کوارٹر ہوگا۔ جنوری، فروری، مارچ تک آپ کے تیسرے کوارٹر کے پیسے release ہوں گے۔ اور اس دوران جناب چیئر مین کہ مختلف میٹنگز ہوتی ہیں، پی اینڈ ڈی میں۔ پی ڈبلیو پی کی میٹنگ ہوتی ہیں۔ مختلف اسکیمات آتی ہیں۔ ان کی approval ہوتی ہیں۔ اس کے بعد tendering کا process چلتا ہے۔ authorization ہوتی ہیں۔ releases ہوتی ہیں۔ اور مئی میں جا کر کے کہ جتنا کام ہوا ہو، اس کے بعد اکثر surrender شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد کچھ ایسی اسکیمیں بچ جاتی ہیں۔ اس کو protect کیا جاتا ہے۔ لیکن آج آپ دیکھ رہے ہو جناب چیئر مین! کہ پورے 11 ماہ گزر چکے ہیں۔ آج آپ نے دیکھا کہ 88 ارب روپے کا پبلک سیکٹر پروگرام۔ پبلک سیکٹر ڈویلپمنٹ پروگرام پی ایس ڈی پی 88 کا پیش کیا گیا۔ آج ہمیں بتایا جائے اسپیکر صاحب نے وعدہ کیا تھا اپنے چیئر میں ACS صاحب کو بلایا تھا۔ انہوں نے کہا کہ تمام تفصیلات ہاؤس کے سامنے لایا جائیگا کہ اس دوران کتنے on-going کے لیے کتنے پیسے کتنے authorization ہوئی ہیں۔ اس کے بعد کتنے releases ہوئی ہیں۔ اور نیا اسکیمات کے لیے کیا پوزیشن ہیں۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ ناں تو وہ بریفنگ دی گئی، ناں ہمیں کچھ بتایا گیا۔ آج پی ایس ڈی پی اس حالت میں پڑی ہوئی ہے کہ تمام صوبہ jam ہے۔ کوئی developments کے کام نہیں ہو رہے ہیں۔ پورا، آپ یقین کریں کل ہمیں کوئی بتا رہا ہے کہ میں نے اپنے گھر ایک مزدور کو میں لے کر گیا۔ اُس نے کہا ”کہ میں نے گزشتہ دس دنوں میں ایک دن کے لیے میں نے مزدوری نہیں کی ہے“۔ تو اس کا مطلب ہے کہ سب کچھ رُکا ہوا ہے۔ ترقی کا پہیہ رُکا ہوا ہے۔ حکومت نہیں مان رہی ہے۔ حکومت طویل میٹنگز کر رہی ہے۔ کبھی آ جاتا ہے کہ 11 گھنٹے ہم نے میٹنگ کی ہیں۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ صوبے کی تاریخ میں cabinet کا سب سے طویل میٹنگ تھا۔ ان میٹنگوں سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ تمام

میٹنگز zero-result-zero آ رہا ہے۔ جناب اسپیکر! ایک جانب صوبے کی یہ حالت ہے دوسری جانب وفاقی حکومت کا آج اس تبدیلی سرکار نے اس ملک کو کس نہج پر پہنچایا ہے۔ جناب اسپیکر! آپ کے سامنے کل over-all ہمارے ہمسایہ ممالک کا آپ کو GDP کا رپورٹ آپ کے سامنے سے گزرا ہوگا۔ آج نیپال جیسا ملک، مالدیپ جیسا ملک سے ہماری GDP growth rate کم ہیں ہمارا percentage میں ہم 4.2 percentage ہیں۔ اور آپ یہ دیکھیں کہ نیپال 6.2 ہیں۔ مالدیپ 6.2 ہیں۔ بنگلہ دیش 7.3 ہیں۔ انڈیا تو تمام خطے میں چائنا سے بھی آگے 7.5 ہیں۔ یہ ہیں جناب چیئر مین! اس وقت ملک 30 ہزار ارب روپے کا مقروض ہو چکا ہے۔ اور جب ایک ڈالر ایک ڈالر کی اُس قیمت میں اضافہ ہوتے ہیں۔ ایک ڈالر کی قیمت میں تو آپ کے قرضے کتنے بڑھ جاتے ہیں بہت سارے یہاں پر ہمارے بیوروکریٹس بیٹھے ہوئے ہیں۔ ماہرین معاشیات ہیں۔ کہ کتنے ارب روپے ہمارے قرضے بڑھ جاتے ہیں۔ یہ آپ کی وفاقی حکومت کا یہ حال ہے جناب چیئر مین! اب بات کی جا رہی ہے جناب وزیر اعظم صاحب نے کہا تھا کہ اٹھارویں ترمیم کے بعد وفاق کو کیا ہو گیا، دیوالیہ ہو گیا ہے۔ ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اب بات یہ ہے جناب چیئر مین! کہ کوشش کی جا رہی ہے کہ اٹھارویں ترمیم کے تحت federating-units کو جو اختیارات دیئے گئے ہیں، ان اختیارات کو چھینا جا رہا ہے۔ فیڈریشن کو جس طرح یہاں federating-units سے مختلف سیاسی پارٹیوں نے اٹھارویں ترمیم کے ذریعے صوبوں کو اختیارات منتقل کیے ہیں، ان اختیارات کو لیا جا رہا ہے۔ جناب چیئر مین! دوسری جانب این ایف سی ایوارڈ کی بات کی جا رہی ہے کہ این ایف سی ایوارڈ کو revise کیا جا رہا ہے۔ اور یہ constitution کی خلاف روزی ہے۔ جناب چیئر مین! اگر آپ پڑھیں۔ یہ جناب چیئر مین! 160 اس 36 (الف) آپ پڑھ لیں۔ ”قومی مالیاتی کمیشن کے ایوارڈ میں صوبوں کا حصہ سابقہ ایوارڈ میں دیئے گئے حصے سے کم نہ ہوگا“۔ اور کوشش یہ کی جا رہی ہے کہ صوبے کے حصے کو کم کیا جائے۔ اور اگر ہمارے صوبے کے 9.9% ہمارا حصہ ہے۔ این ایف سی ایوارڈ میں۔ اگر اس میں دو فیصد کمی کی گئی تو آنے والے وقتوں میں حکومت تنخواہ دینے کی قابل نہیں ہوگی۔ اتنا اربوں روپے ہمارا جو ہے، جو صوبہ ہے، وہ کٹ جائیگا۔ جناب چیئر مین! آپ دیکھ لیں کہ وفاقی پی ایس ڈی پی کے روڈ سیکٹر میں ہمارے 22 ارب روپے کے اسکیمات کو کاٹے گئے۔ اور یہ وفاقی پی ایس ڈی پی میں ایک حوالہ دیتا ہوں 1910 نمبر ہے، وفاقی پی ایس ڈی پی۔ یہ delay action داماں کے لیے ایک ارب روپے رکھے گئے تھے۔ ان ایک ارب روپے کو بھی انہوں نے وفاق نے کاٹ لیے۔ دوسری جانب جناب چیئر مین۔

- جناب چیئرمین۔ مختصر کر لیں زیرے صاحب! باقی دوستوں نے بھی بولنا ہیں۔
- نصر اللہ خان زیرے۔ میں ایک نقطے پر آ رہا ہوں۔ یہ سبی، ہرنائی ریلوے لائن 1886ء میں انگریزوں نے بنایا تھا۔ سب سے پہلا ریلوے لائن تھا۔ پھر بعد میں 2004ء میں بعد میں اس پر وہاں پر کام رُک گیا۔ ریلوے نہیں آتی رہی۔ وہاں پُل اُڑائے گئے۔ پھر سابقہ حکومت نے اپنے اُس دور میں 2 ارب روپے کی خطیر رقم سے تمام ریلوے لائن، انکے تمام stations کو شاندار طریقے سے بنایا گیا۔ آج کیوں سبی، ہرنائی ریلوے لائن کو، اسکو active نہیں کیا جا رہا ہے؟
- جناب چیئرمین۔ وہ باقی پی ایس ڈی پی پر discuss کریں آپ۔
- جناب نصر اللہ خان زیرے۔ یہ بھی جناب تعلق رکھتا ہے ہمارے developments سے۔
- یہ پبلک سیکٹر پروگرام سے تعلق رکھتا ہے۔
- جناب چیئرمین۔ Ok۔
- جناب نصر اللہ خان زیرے۔ کیوں نہیں چلایا جا رہا ہے؟
- محمد خان طور اور تما نخیل (وزیر محکمہ صنعت و حرفت)۔ میرے ریلوے لائن کے بارے میں بات کریں۔
- جناب نصر اللہ خان زیرے۔ بات کروں گا آپ کی بھی بات کروں گا۔ ثوب ریلوے لائن کی بھی بات کروں گا۔ جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں۔
- جناب چیئرمین۔ مختصر کریں زیرے صاحب۔
- جناب نصر اللہ خان زیرے۔ یہ سبی، ہرنائی روڈ سیکٹر۔ آج بھی سبی، ہرنائی روڈ کے ذریعے جڑا ہوا نہیں ہے۔ اسکے لیے 400 ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ اس 400 ارب روپے کو بھی کاٹے گئے ہیں۔ اب آپ خود سوچ لیں کہ یہ آپ کی صوبائی پی ایس ڈی پی کا حال ہے۔ اور یہ آپ کی وفاق کی حکومت کی جانب سے ہمارے ساتھ جو امتیازی سلوک جو رکھا جا رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ناقابل قبول ہے۔ یہ حکومت عوام کو ریلیف دینے میں مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے۔ یہ کوئی development کے کام نہیں ہو کر رہی ہیں۔ یہ کس طرح یہ صوبہ چلے گا؟۔ سب کچھ jam ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت اس وہ تمام ٹائم ان کے ساتھ اب نہیں رہا۔ اب محض اگلے ماہ دوبارہ بلکہ مئی میں دوبارہ اب سے بجٹ کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ تو یہ حکومت عوام کی mandate کی توہین کر رہی ہیں۔ لہذا اس حکومت کو حکومت کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ نہ حق

حاصل ہے۔-thank you-

جناب چیئرمین۔ شکر یہ۔ احمد نواز بلوچ صاحب۔

جناب احمد نواز بلوچ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکر یہ جناب چیئرمین صاحب۔ انتہائی مشکور ہوں نواب صاحب نے جو point-raise کی تھی۔ ان کو سینڈ کرتا ہوں۔ اور جناب زیرے صاحب نے بہت تفصیلاً پی ایس ڈی پی پر بات کی۔ جناب چیئرمین! گزشتہ P.S.D.P میں واسا، پی ایچ ای اور بی ڈی اے کی مد میں بلوچستان بھر میں جو ٹیوب ویلیں ڈرل ہوئیں۔ اُنکے میرے خیال پانچ، چھ سال گزر جانے کے بعد آج تک وہ active نہیں ہے۔ خصوصاً کوئٹہ میں جتنے بھی ٹیوب ویلز لگے ہوئے ہیں۔ اُن میں بجلی کا مسئلہ ہے۔ جو اُنکی مشنری ہیں یا اُن میں جو وہاں کے پوسٹیں ہیں۔ وہ آج تک میرے خیال میں P.S.D.P میں نظر نہیں آرہے ہیں۔ تو میں چاہتا ہوں کہ کوئٹہ کا جو issue ہے main وہ پانی ہے۔ پانی میرے خیال ابھی نو حلقے ہوئے ہیں۔ کوئٹہ کی آبادی تیس لاکھ سے above ہے۔ تو میں چاہتا ہوں کہ موجودہ جو آنے والا P.S.D.P ہے۔ اُس میں کوئٹہ کیلئے ایک ایسا پروگرام رکھا جائے۔ جس میں کوئٹہ کے عوام کیلئے پانی جیسی نعمت وہ میسر ہو۔ تو جو ٹیوب ویلیں لگی ہوئی ہیں۔ اُن کو دوبارہ revisit کیا جائے۔ اور جو replace میں آتے ہیں اُن کو replace کیا جائے۔ جن میں مشنری نہیں ہے۔ اُن میں مشنری کا بندوبست کیا جائے یا جنکے جو ملازمین جو پچھلے گورنمنٹ نے اُن سے وعدے کیئے تھے کہ اُنکے ملازمین دو، دو رکھے جائیں گے۔ تو اُس پر بھی میرے خیال میں revisit کیا جائے۔ اور جتنی بھی ہمارے جو پرانے جو پروجیکٹ تھا۔ اُس کے جو فنڈز تھے یا اُنکے جو بجٹ تھا۔ اُسکو revisit کیا جائے۔ اور اُس میں کتنے گھپلے ہوئے ہیں۔ جتنے باقی پیسے بچے ہیں وہ بھی اس ایوان میں لایا جائے۔ یا جو کوئٹہ کیلئے نیا پانی کا جو ماسٹر پلان ہے اُسکو نئے P.S.D.P میں ڈالا جائے۔ تاکہ کوئٹہ کا دیرینہ مسئلہ خصوصاً جو ہمارے دیہی علاقے ہیں۔ سریاب ہے۔ کچلاک ہے یا ہزارہ ٹاؤن ہے یا اُس سے یہ ہمارا مشرقی بائی پاس ہے۔ جتنے بھی ہمارے جو سائٹڈ ایریا ہیں۔ اُس میں پانی کا بہت بڑا issue ہے۔ تو اُس میں ہمارا نواں کلی ہے۔ نو حصار ہے۔ تو ان سب کو revisit کیا جائے۔ اور اس میں پانی جیسے عظیم جو ہماری نعمت ہے۔ اس کیلئے کوئٹہ کے باسیوں کیلئے ایک اچھا سا آنے والا P.S.D.P میں پروجیکٹ رکھا جائے۔

جناب چیئرمین۔ بہت شکر یہ۔ اکبر مینگل صاحب آپ کچھ کہنا چاہے۔

میر محمد اکبر مینگل۔ شکر یہ جناب اسپیکر صاحب۔ P.S.D.P سے پہلے میں اظہار افسوس کرونگا۔ دو دن

پہلے وڈھ کے علاقے میں جو حادثہ پیش آیا ایک کوچ اور ڈمپر کے درمیان۔ جس میں چھ افراد ہلاک ہوئے۔ چالیس سے زائد زخمی ہوئے۔ بلوچستان میں خصوصاً ایسا کوئی دن نہیں گزرتا۔ جہاں پر حادثات نہیں ہوتے ہیں۔ families کے ساتھ ہوتے ہیں۔ عورتوں کی بھی اور بچوں کی بھی ہوتیں ہیں۔ اس سے پہلے اپوزیشن نے یہاں پر قائد حزب اختلاف نے ایک قرارداد بھی لائی تھی کہ کراچی اور کوئٹہ کے جوشاہراہ ہے اُس کو ڈبل ٹریک کیا جائے۔ آج پھر مین التجاء کرتا ہوں اس ہاؤس سے کہ بلوچستان کے شاہراہوں کو ڈبل ٹریک کیا جائے۔ تاکہ جو accidents ہوتے ہیں اُس کو کم کیا جاسکے۔ جناب اسپیکر! یہاں سوال صرف یہ نہیں اٹھتا کہ حادثات ہوتے ہیں۔ حادثات ہونے کے بعد جو زخمی افراد ہیں یا جو ہلاک افراد ہیں۔ اُن کی علاج کا بندوبست نہیں ہوتا۔ میں وزیر صحت صاحب کے میرے خیال میں دفتر بھی جا چکا ہوں اس سلسلے میں۔ اس فلور پر بھی یاد دہانی کرا چکا ہوں۔ کم از کم وہ علاقے، وہ ہسپتال جو قومی شاہراہوں پر موجود ہیں۔ وہاں پرائمر جنسی سنٹرز فعال کیئے جاسکیں۔ کئی ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر پہنچانے سے پہلے مریض دم توڑ چکے ہیں۔ لہذا اس کی تدارک ہونی چاہیے۔ اور خاص کر نیشنل ہائی وے کے بہت سارے پلز پر کام نہیں ہو رہا ہے کام ہو بھی رہا ہے تو طوالت کے ساتھ ہوتا ہے۔ لمبے ہو رہے ہیں۔ دو سال سے تین سال سے وہ کام چل رہے ہیں۔ لہذا این ایچ اے کو نوٹس دیا جائے۔ ان کے کاموں کو، خاص کر آفیسروں کو کہ اپنے کام جلد از جلد مکمل کر سکیں۔ جناب اسپیکر صاحب! اب میں آؤنگا P.S.D.P کی طرف۔ ایک صرف کاغذوں کا کچھا نہیں ہے۔ صرف ایک کتابچہ نہیں ہے۔ P.S.D.P کسی بھی صوبے کے غریب عوام کا مستقبل ہے۔ اور خاص کر ترقی کا پیہ ہے۔ جو چلتا ہے تو کئی گھرانوں کے چولھے جلتے ہیں۔ اگر جو چل نہیں سکتا۔ جیسے پچھلے آٹھ مہینے سے بلوچستان میں ترقیاتی کام جمود کا شکار ہے۔ تو وہاں بہت سارے لوگ جو دن کو نکلتے ہیں۔ دن کی دھاڑی کرتے ہیں۔ رات کو واپس آتے ہیں۔ اُنکی روزی روٹی ماری جاتی ہے۔ جو بلواسطہ اور براہ راست خاص کر ان ترقیاتی کاموں سے ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ مزدوری پیشہ افراد ہوتے ہیں۔ طبقہ ہوتا ہے۔ ہم یہاں پر لمبی چوڑی تقریر تو کرتے ہیں۔ بڑی بڑی کمیٹس کی میٹنگوں کا ذکر تو کرتے ہیں۔ ہمیں شوق نہیں ہے کہ ہم گنیز بک میں اپنے ان میٹنگوں کا update کردائیں۔ اُس میں ڈلوائیں کہ ہم لوگوں نے اتنی لمبی تقریریں کیس ہیں یا اتنی لمبی چوڑی ہم نے کمیٹس چلائیں ہیں۔ مختصر اُبات یہ ہے کہ ہم عوام کو کیا دے سکتے ہیں۔ عوام کیلئے جب کچھ نہیں ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم کچھ بھی نہیں کر پارہے ہیں۔

جناب چیئرمین - سردار کھیترا ان صاحب! آپ سنیں۔

میر محمد اکبر مینگل - یہ صوبہ غربت کی لکیر سے بھی نیچے زندگی گزار رہا ہے یہاں کے لوگ - مفلسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ یہاں پر اور زیادہ پیشہ نہیں ہے۔ ابھی بھی بلوچستان میں بہت سارے دیہات ایسے ہیں جہاں پر پینے کا پانی میسر نہیں ہے۔ لوگ اور جانور ایک ہی تالاب سے پانی پیتے ہیں۔ اور خاص کر droute کے حوالے سے بلوچستان کے بہت سے علاقوں میں واٹر ٹیبل کافی نیچے جا چکا ہے۔ اور اس حوالے سے بہت سارے واٹر سپلائی اسکیمیں بند پڑی ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! اگر ہم لوگوں کو روزگار نہیں دے سکے۔ اُن کو پانی نہیں دے سکیں۔ اُنکو علاج معالجہ نہیں دے سکیں۔ اور اُن کو روزگار نہیں دے سکیں۔ تو میرے خیال میں اس ایوان کا یہاں بیٹھنا یا اس کو چلانے کا کوئی فائدہ نہیں۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے)۔ جناب اسپیکر! ہمارے سارے قابل دوست ہیں۔ قابل احترام ہیں دوست۔ ہمیں کسی سے ذاتی عنانہیں ہے۔ لیکن جہاں بات صوبے کی آتی ہے۔ جہاں بات یہاں کے غریب عوام کی آتی ہے۔ تو ضرور ہم اس اسمبلی کے فلور پر احتجاج کریں گے۔ اگر ہمارا احتجاج نہیں مانا گیا تو میں آپکو کہتا ہوں کہ ہماری پارٹیاں جو اسٹیٹ پاور رکھتی ہے۔ ہم اُنکے ساتھ روڈوں پر آئیں گے۔ شاہراہوں پر آئیں گے۔ اور اس غریب عوام کا، اس صوبے کے جو عوام ہے اُنکا ساتھ دیں گے۔

جناب چیئرمین - شکریہ۔ مختصر کریں اکبر صاحب۔

میر محمد اکبر مینگل - جناب اسپیکر صاحب! خاص کر جو Special Assistants لگا رہے ہیں۔ یہاں جام صاحب تو corruptions کے خاتمے کی بڑی بات کرتے ہیں۔ لیکن ایسے ایسے Special Assistants اٹھا گئے ہیں جو پچھلے ادوار میں کرپشن کے حوالے سے نامی گرامی ہیں۔ اچھا خاصا نام رکھتے ہیں۔ آج خاص کر ضلع خضدار میں جو ہے "شکیل" جو آیا ہے۔ پچھلے ادوار میں ایک ارب روپے کا اعلان ہوا خضدار میں۔ کوئی کام نہیں ہوا۔ اور اُس کے بعد یہاں کے یونس عزیز صاحب نے اس مسئلے کو اٹھایا۔

جناب چیئرمین - اس طرح کے allegations نہ لگائیں۔ آپ کے پاس proof ہے تو لائیں اس ایوان کے سامنے۔

میر محمد اکبر مینگل - آپ نے کہا نام بتائیں۔ میں نے نام بتایا۔ ابھی آپ کہتے ہو باپ کا نام بتاؤ۔ میں اُسکے باپ کا نام بتاتا ہوں۔ دادے کا بتاؤ۔ دادے کا بتاؤنگا۔۔۔ (مداخلت - شور)۔۔۔

جناب چیئرمین - کھوسہ صاحب بیٹھ جائیں۔

میر محمد اکبر مینگل - ایک ارب کا کرپشن کرچکا ہے۔ اُس کے بعد یہاں پر کمیٹی قائم ہوئی ہے۔ یہاں پر کمیٹی قائم ہو چکی ہے۔ کمیٹی کے قیام کے بعد اُس کو Special Assistants اٹھایا گیا ہے۔ اور آج خاص کر ڈسٹرکٹ کے تمام آفیسران کو instructions ہیں کہ تمام جو ہیں ترقیاتی کام اس کے حکم کے مطابق ہونگے۔ آج وہاں پر پوسٹنگ اور ٹرانسفر اُس کے حکم پر ہوتے ہیں۔ آج اور کل جو وہاں بھرتیاں وہاں پر ہونے والی ہیں۔ سارے بھرتیاں اُس کے حکم پر ہوتی ہیں۔

جناب چیئرمین - شکریہ اکبر مینگل صاحب۔

میر محمد اکبر مینگل - جناب اسپیکر صاحب! شکریہ کی اس میں کوئی بات ہے نہیں۔ شرم کی بات ہے۔

جناب چیئرمین - بس آپ مختصر کر لیں۔ باقی معزز ارکان نے بھی بات کرنی ہے۔ آپ کی بات نوٹ کر دی گئی ہے موقف۔

میر محمد اکبر مینگل - یہاں پر جام صاحب پر ہیز گار آدمی ہے۔ اپنے آپ کو صاف ستھر show کرتا ہے۔ لیکن جب اُس نے ایسے لوگوں کے درمیان بیٹھے گا۔ تو اُس پر آزیگا ایسی بات۔ انگلی اٹھیں گی اُس پر۔ اُن تمام دوستوں کے انگلی اٹھیں گی۔ جو خاص کر ایسے دوستوں کے ساتھ ملیں گے۔ بیٹھیں گے۔ اور حکومتیں چلائیں گے۔ Thank you جناب اسپیکر۔

میریونس عزیز زہری - شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔ سب سے پہلے تو میں کھوسو صاحب کے اس بات کا جواب دے دوں۔ کہ ثبوت میں نے یہاں فلور پر پیش کیا تھا۔ جس کیلئے کمیٹی پانچ مارچ کو بنائی گئی ہے۔ لوکل گورنمنٹ نے پانچ مارچ کو کمیٹی بنائی گئی ہے کہ جا کر ان اسکیموں کو visit کر لیں۔ اور اسمبلی میں پیش کر دے کہ کیا ہوا ہے۔ کیا نہیں ہوا ہے۔ تو مجھے اب پتہ چلا ہے کہ اسی کے لئے فون کیا گیا ہے کہ جی یہ آپ لوگ نہیں کریں۔ اگر آپ لوگ یہ کرو گے تو گیا چٹا جتنا بھی ہے وہ اسمبلی کے سامنے آجائیگا۔ میں جناب کھوسو صاحب سے۔ کھوسو صاحب! ایک منٹ بیٹھے میری بات سنیں۔ میں کھوسو صاحب سے اور سردار صاحب سے یہی گزارش کرونگا کہ آپ کمیٹی کو فعال کر دیں۔ آپ کمیٹی کو روانہ کر دیں۔ جو کمشنر کے سربراہی میں بنا ہوا ہے۔ اُس کو فعال کر دیں۔ تب ہم آپ کے سامنے اپنے کو پیش کر دیں گے کیا ہے کیا نہیں ہے۔ وہ سب آپ کے سامنے آجائیگا۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے)۔ دوسری بات یہ ہے کہ سردار صاحب ہمیں کہہ دے P.S.D.P کے بارے میں بات نہیں کریں۔ سردار صاحب! خدا را ہم کیا کریں؟ یہ آپ دیکھ لیں کہ جو کورٹ نے کہا ہے کہ پی ایچ ای یا تعلیم یا ہیلتھ اور امن و امان کے مسئلے پر آپ وہ کر لیں۔ جناب اسپیکر! تعلیم کے بارے میں دو مہینہ پہلے

ہمارے ڈسٹرکٹ میں ٹینڈر کچھ ہو گئے اسکولوں کے۔ اور ناگزیر وجوہات کی بناء پر انکو کینسل کیا گیا۔ اُس کے بعد میں بذات خود مشیر تعلیم صاحب تشریف فرما ہیں۔ میں نے اُس کو کہا کہ جی یہ ٹینڈر کینسل کیئے گئے ہیں۔ انکو change کر کے دوسرے ڈال رہے ہیں اس میں۔ دوسرے اسکیمیں ڈال رہے ہیں ان میں۔ وہ ٹینڈر انہوں نے کر دیا۔ اور جن کو کھولنا تھا چار تاریخ کو۔ چار اپریل کو۔ چار اپریل کو بھی۔ جناب مشیر تعلیم صاحب! چار اپریل کو وہ ٹینڈر بھی ایک نو منتخب بندے کے کہنے پر یہ کینسل کر دیئے کہ میں پہلے ایکسپین کو چیئنج کر دوں گا۔ کیونکہ وہ میرے مزاج کے مطابق نہیں ہے۔ اُس کے بعد میں جا کر یہ ٹینڈر کروا دوں گا۔ (ڈیسک بجائے گئے)۔ تو تعلیم کی پوزیشن۔ میں گزارش یہی کروں گا مشیر تعلیم سے۔ آپ غیر منتخب نمائندہ۔ میں گزارش کروں گا مشیر تعلیم صاحب سے کہ آپ اس کا نوٹس لیں کہ جی یہ ٹینڈر دوبارہ کیوں کینسل ہو گئے؟ ایک بار ہو گئے۔ دوسری بار کینسل ہو گئے۔ کیونکہ ہمارے ڈسٹرکٹ (خضدار) کا۔ میں نے تعلیم کے بارے میں اس دفعہ جو مینٹنگ کی ہے۔ خضدار کے تعلیم کے بارے میں جو حال و احوال کی ہے۔ 2017ء میں۔ مشیر تعلیم صاحب آپ بھی توجہ دے دیں۔ 2017-18ء میں ہمارے ڈسٹرکٹ میں چھیا سٹھ اسکولیں بند ہیں۔ بلکل close ہیں۔ جن پر اسٹاف نہیں ہے۔ اور آپ جو ریشو یہاں پر دعویٰ ہم یہ کرتے ہیں کہ جی ہم نے تعلیم کو آگے لے گیا۔ ہم اس کیلئے پلاننگ کریں۔ اُس کے لیے پلاننگ کریں۔ اُس کیلئے پلاننگ کریں۔ اور یہ ratio آپ کا ایک سوا کٹھ اسکولیں ہو گئے۔ ابھی موجودہ جو ہمارا سیشن شروع ہو گیا۔ اُس میں پچانوے اسکولیں اور بند ہو گئے ہیں۔ یہ میں proof کے ساتھ جناب مشیر تعلیم صاحب یہ میں آپ کو دے سکتا ہوں۔ یہ ایک سوا کٹھ اسکولیں ہمارے بلکل بند ہیں۔ ہمارے ٹوٹل سات سو اسی اسکولوں میں سے ایک سوا کٹھ اسکولیں بند ہیں۔ اور ہمارے جو اسکولوں میں سات سو اسی اسکولوں میں۔ ان میں boundary wall نہیں ہے۔ وہ کوئی ساڑھے چار سو کے قریب اسکولیں ایسے ہیں جنکو آج تک boundary wall یا لیکٹرک سٹی نہیں ہے۔ صرف ہمارے ساتھ سات سو اسی میں سے نانوے اسکولیں ایسے ہیں جنکو پانی یا واش روم یا لیکٹرک سٹی کی سہولت میسر ہے۔ باقی سات سو something اسکولیں ایسے ہیں کہ جنکو پانی کا اور واش روم کی کسی میں سہولت موجود نہیں ہے۔ یہ حال ہے ہمارے اسکولوں کا جناب اسپیکر صاحب! اور ہمارے جو خضدار ڈسٹرکٹ میں جو ہمارے اسکولیں ہیں۔ سات سو اسی میں سے ایک سو چھ اسکولیں ایسے ہیں جنکو آج تک بلڈنگ کا نام و نشان نہیں ہے۔ پھر ہم کہہ رہے ہیں کہ جی تعلیمی ایمر جنسی ہے۔ اور ہم پلاننگ کر رہے ہیں۔ ہم آگے جا رہے ہیں۔ پچھلے مرتبہ چھیا سٹھ اسکولیں بند تھیں۔ ابھی ایک سوا کٹھ اسکولیں ہو گئے۔ پچانوے اسکولیں اور بند ہو گئے۔ تو آگے جا کر ہماری پوزیشن

کیا ہوگی۔ کیونکہ ہمارا admission ratio کا تھا اس دفعہ۔ وہ بڑھ کر جو چوالیس ہزار تھا۔ وہ اڑتالیس ہزار پر چلا گیا۔ لیکن یہ ہے کہ جو اسکولیں بند ہو گئے۔ ان کا تعلیمی سال یہ کون دیگا۔ تو میری مشیر تعلیم صاحب سے گزارش ہے کہ جی P.S.D.P میں بات نہیں کریں۔ یہ چیزیں تو آپ لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ خُدارا ان چیزوں پر توجہ دے دیں۔ اور یہ چلتے چلتے اگلے سال آپ کے 50% بند ہو جائیں گے۔

جناب چیئرمین۔ شکریہ۔ ہاں مشیر تعلیم صاحب نے نوٹ کیا ہوگا۔ بہت شکریہ۔ شکلیہ دہوار صاحبہ بات کر لیں۔ اختر لاگو صاحب اُس کے بعد پھر آپ بات کریں۔

محترمہ شکلیہ نوید نور قاضی۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ Thank you so much جناب اسپیکر صاحب۔ یہاں پر میں دیکھ رہی ہوں کہ ہم حزب اختلاف ہمارا P.S.D.P کی بات کر رہے ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ P.S.D.P ہمیں دیا جائے۔ لیکن جیسے میرے بھائی نے کہا کہ اگر وہ minority سے ہیں اور ہم reserve سے ہیں۔ تو آج اس نورم پر ہمیں clear کیا جائے کہ کیا ہم equally آپ لوگوں کے ایم پی ایز نہیں ہیں؟ کیا ہم کسی حلقے سے تعلق نہیں رکھتے؟ کیا ہمارے priorities ہمارے لوگوں کے کام نہیں ہیں۔ ہم نے بھی پارٹیوں میں اپنے لوگوں کیلئے جانیں دے دی ہیں۔ ہم ایسے ہی ان جگہوں پر نہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہاں پر respected میرے minorities کے بھائی ہیں، میری بہنیں ہیں۔ ہم اس لیے نہیں بیٹھے۔ جناب اسپیکر صاحب! ایڈمنسٹریٹر کو آپ لوگوں نے جو ہے ناں responsibility دی ہے۔ دو مہینے سے نادراوین کی application ڈسٹرکٹ مسٹونگ کے ڈی سی کے ٹیبل پر پڑی ہے۔ آج تک وہ approve نہیں ہوتی۔ تو وہ کیا میرے لیے کام کریں گے؟ وہ آج بھی دشت میں جا کر شناختی کارڈ بنا سکتے ہیں۔ لیکن وہ M.R.V وین مجھے نہیں دے سکتے۔ کیا اس پر وہ stance لیں گے کہ شکلیہ جو ہے ناں اپنی کسی حلقے میں یا کہیں پر کام کروائے۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ مجھے بہت انتہائی افسوس۔ جب بھی نیوز پیپر میں دیکھتی ہوں۔ تو اُس دن بھی میری نظر سے ایک نیوز گزری کہ بلوچستان میں تینتیس افراد کو یعنی آفیسرز کو سندھ میں permanent کر دیا گیا ہے۔ اُس کے علاوہ O.G.D.C. نے اُن کے ملازمین کو permanent نہیں کیا گیا۔ اُس کے علاوہ ہمارے پاس جتنے بھی positions ہیں جب آتی ہیں، نائب تحصیلدار کی۔ ایک اسٹوڈنٹ نے مجھے فون کیا۔ ایک قابل اسٹوڈنٹ C.S.S کی تیاری کر رہا ہے۔ کہتا ہے کہ مجھ سے ڈیمانڈ کیے پچیس لاکھ روپے کی۔ آپ مجھے بتائیں ہم کس طرف جا رہے ہیں۔ پرسوں میں گئی ہوں۔ پرسوں بذات خود میں بی ایم سی ہسپتال گئی اپنی ایک patient کے پاس۔ کوئی اسٹاف نہیں تھا۔ خُدارا ان

بلیک میلنگز کو آپ ختم کر دیں۔ ایک پرائیویٹ ہسپتال میں ڈاکٹر کی اگر پٹائی ہوتی ہے اُس کی تحقیقات نہیں ہوتی۔ سارا آپ کا بلیک میلر، blackmailer ایسوسی ایشن یونین ہڑتال کرتے ہیں۔ تو وہاں پر عورتیں نہیں مریں گی، بچے نہیں مریں گے، وہاں پر لوگ دَر بَد نہیں ہونگے۔ آپ کے منسٹر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ تبادلوں سے اور recruitments سے نکل کر ان issues کو دیکھیں۔ آپ کا بچہ شاید بی ایم سی نہ جائے، مجھ جیسے غریب لوگ بی ایم سی جاتے ہیں۔ سول ہسپتال جاتے ہیں۔ میں afford نہیں کر سکتی پرائیویٹ ہسپتال۔ وہی ڈاکٹر آپ کے پرائیویٹ ہسپتالوں میں آٹھ آٹھ سو یا ہزار کیلئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کا بی ایم سی بند ہے۔ نکال دیں آپ یہیں پر decision لے لیں۔ نکال دیں ایسے blackmailer کو۔ کیوں رکھتے ہیں۔ PSDP پر ہم رو رہے ہیں۔ یہ میرا رونا نہیں ہے۔ اب آپ کے سامنے کہہ رہے ہیں زہری صاحب، میرا اپنا تعلق ایجوکیشن سے رہا ہے۔ as an education specialist میں نے کام کیا ہے۔ بلوچستان میں جو صورتحال ہے ایجوکیشن کی۔ کوئٹہ کو نہیں دیکھیں۔ جہاں کوئٹہ میں اتنے ضرورت نہیں۔ آپ ذرا چلیں مستونگ کے علاقوں کو دکھاؤں۔ یہاں پر آج ہمارا ایجنڈا میں ہے کہ ہمیں بلوچستان میں جو بارشوں سے جو تباہی ہوئی ہے، ڈی سی، مستونگ کو 20 مرتبہ وہاں میں نے فون کیا ہے۔ میرے لوگوں کو ایک چیز بھی نہیں ملی ہے۔ میرے شناختی کارڈ پڑے ہوئے ہیں۔ آپ لوگ دے رہے ہیں ایڈمنسٹریٹرز کو۔ ایڈمنسٹریٹرز کو پھر آپ عوامی نمائندوں کو پھر آپ سائیڈ کر دیں۔ ہمیں ایک سائیڈ پر بھادیں۔ ہاتھ باندھ کے۔ ہمارے ایڈمنسٹریٹرز اپنی مرضی کرتے رہیں۔ اب وہ ٹھیکیدار بھی بن گئے۔ اب ظاہر ہے وہ اپنا جو already set-up اسی کو لیکر چلائیں گے۔ میرے لئے یا میرے عوام کیلئے کام نہیں کریں گے۔ لہذا PSDP میں اگر خواتین اور minorities کا حصہ نہیں ہیں تو یہاں پر ایک august کے ایوان کے through کہتی ہوں کہ آئندہ کسی بھی اجلاس میں ہم نہیں بیٹھیں گے۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے) They are not present. here. ہم یہاں کورم پورا کرنے کیلئے نہیں ہیں۔ وہ بھی عوامی نمائندے ہیں، ہم نے بھی خون دیا ہے اس سرزمین کیلئے۔ آپ لوگوں کیلئے۔

قادر علی نائل (جناب چیئر مین)۔ جی نصیب اللہ مری صاحب۔

میر نصیب اللہ مری (وزیر محکمہ صحت)۔ جیسے اسپیکر صاحب! ہمارے محترم دوست اکبر صاحب نے کہا ہے جو واقعہ ہوا ہے جو بس اور ڈمپر کا۔ بالکل یہ صحیح ہے وڈھ میں تو اس سلسلے میں ہمارے جتنے بھی تھے highways پر 18 ہم ٹراما سینٹرز بھی بنا رہے ہیں۔ میری ملاقات بھی ہوئی ہے اور بات چیت بھی ہوئی ہے۔ ہم اس پر کام بھی

کر رہے ہیں۔ اور ہو بھی رہا ہے۔ اور جہاں پر ہسپتال ہیں، تمام پر ہم نے ڈاکٹرز بھی بھیجے ہیں۔ اور دوبارہ ہم کوئی نئے ڈاکٹرز بھی بھیج رہے ہیں۔ تمام ڈسٹرکٹوں میں کوئی ڈیڑھ سو یا دو سو ڈاکٹرز ہم بھیج رہے ہیں۔ جس میں سرجن بھی ہمیں، میڈیکل آفیسرز بھی ہیں۔ اور LMO's بھی ہیں۔ دوسری بات یہ رہی جیسے میڈم شکیلہ نے کہا۔ یہ بات صحیح ہے کہ اُس دن ڈاکٹر کا ایک واقعہ ہوا۔ میں خود ہی گیارہ ہی ڈاکٹر کے پاس میں گیا۔ پھر انہوں نے ہڑتال کی کال دی۔ میں اُن سے خود ملا ہوں اس سلسلے میں۔ میں نے کہا کہ ہڑتال ابھی تمام کلینکوں میں ہو جاتا ہے۔ کونٹے میں کم از کم ڈیڑھ سو یا دو سو کلینک ہیں۔ ہم کہاں کہاں سیکورٹی دے سکتے ہیں۔ تو انہوں نے ہڑتال کا کال دیا۔ پھر میں نے اُن سے بات چیت کی ہے۔ اور انہوں نے ہڑتال بھی ختم کیا ہے۔ جیسے پرسوں کی بات ہے، بالکل اُس دن وہ ہڑتال پر تھے۔ بعد میں انہوں نے ہڑتال بھی ختم کیا۔ ابھی ہمارے ہسپتال فعال ہیں، پورے بلوچستان میں۔ ہم تمام بلوچستان میں ڈاکٹرز پہلے چار سو یا پانچ سو ڈاکٹرز بھیجے ہیں۔ اور ابھی ڈیڑھ سو ڈاکٹرز ہم اور بھی بھیج رہے ہیں۔ اور ہمارے سی ایم صاحب نے خاص کر کہا ہے کہ بلوچستان میں جہاں پر آپریشن نہیں ہو رہے ہیں ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتالوں میں سرجن بھیجیں۔ ہم اُسکے لئے ہم نے اخبار میں دیا ہے۔ پہلے بلوچستان کے لوگ آئیں گے۔ بلوچستان سے لیں گے۔ اگر بلوچستان سے نہیں ہوں گے تو ہم باہر صوبوں سے بھی لیں گے۔ ہم انشاء اللہ تمام ہسپتالوں کو فعال کریں گے۔ آپریشن تھیٹروں کو فعال کریں گے، انشاء اللہ اس پر کام ہو رہا ہے۔

جناب چیئرمین۔ جی اختر حسین لانگو صاحب۔ محمد خان لہڑی صاحب! اس کے بعد آپ بات کریں۔ اختر لانگو صاحب مختصر کریں kindly کیونکہ پہلا ایجنڈا ہے، اس کے بعد اگر دو ایجنڈوں پر بحث کرنی ہیں تو اُسکے لئے بہت وقت چاہیے۔ kindly مختصر کریں۔

میرا اختر حسین لانگو۔ شکریہ آپ کا۔ میں جناب چیئرمین کو شش کروں گا کہ جو تینوں ایجنڈا ہے، میں اپنے اسی speech میں تینوں کو submit کر کے، اس کے بعد آپ کا وقت ضائع نہیں کروں گا۔ جناب چیئرمین! اپنی بات شروع کرونگا اچھا ہوا میری تقریر کے ساتھ ہی قائد ایوان صاحب بھی تشریف لائے ہیں۔ آج جو اُن کا بیان جسکی نشاندہی نواب محمد اسلم رئیسانی صاحب نے کی تھی۔ میں وہیں سے شروع کرونگا۔ میری گزارش ہے قائد ایوان صاحب سے کہ جب بھی کوئی اس موضوع پر بیان دے تو مہربانی کر کے ایک دفعہ بلوچستان کی تاریخ پر نظر رکھیں۔ تاریخ ہمارے سامنے ہے، میرے ہاتھ میں ہے۔ میں کچھ چیزوں کی نشاندہی کرونگا۔ یہ دوسری یا تیسری statement ہے قائد ایوان صاحب کی۔ مجھے اپنی بات complete کرنے دیں جناب چیئرمین

میں! تو جناب والا! یہ دوسری، تیسری statement ہے قائد ایوان صاحب کی۔ دو تین جگہوں پر اپنی تقریروں میں بھی انہوں نے کہا ہے کہ اس سے پہلے والے حکومتوں میں۔ اس سے پہلے کے بلوچستان کی ترقی کی جو رفتار سُست رہی ہیں، اُس گناہ میں ہمارا شیئر کیا ہے۔ اور باقیوں کا شیئر کیا ہے۔ میں ذرا تاریخ کے اوراق تھوڑا سا پلٹوں گا۔ جناب والا! بلوچستان کی جو پہلی Constitutional Assembly تھی اُس کے وزیر اعلیٰ تھے سردار عطاء اللہ خان مینگل صاحب۔ جن کی ٹوٹل مدت حکمرانی تھی 9 ماہ۔ اور اُس کی موٹی موٹی کچھ کارکردگی میں بتادوں۔ بولان میڈیکل کالج، بلوچستان یونیورسٹی، بلوچستان بورڈ جیسی کاوشیں اُس نو ماہ کی حکومت کی تھیں۔ اُس کے بعد جو دوسری حکومت تھی بلوچستان کی۔ وہ سردار محمد خان باروزئی صاحب کی تھی۔ جو شاہد نگران حکومت تھی۔ تیسری جو ہے وہ الحاج جام میر غلام قادر صاحب محترم تھے۔ جو ہمارے قائد ایوان صاحب کے دادا محترم تھے۔ اُن کی حکومت تھی۔ اُس کے بعد نواب محمد اکبر خان بگٹی صاحب کی حکومت 1988ء میں آئی۔ آج اُن کی پارٹی اور اُن کا پوتا بھی جو ہے اُن پیپوں میں بیٹھا ہوا ہے، ہمارے ساتھ، یہاں پر نہیں ہے۔ میر گہرام بگٹی صاحب وہ قائد ایوان صاحب کے اتحادی ہیں۔ جناب والا! اُس کے بعد میر تاج محمد خان جمالی صاحب آئے۔ اُن کے رشتہ دار بھی اُن پیپوں میں بیٹھے ہیں۔ یہاں ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ میر ظفر اللہ خان جمالی صاحب، چیف منسٹر بلوچستان رہے ہیں۔ میرے بھائی میرے عزیز عمر خان جمالی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ اُنکے صاحبزادے وہ بھی اُن benches میں ہیں۔ جناب والا! اُس کے بعد نواب ذوالفقار علی مگسی صاحب آئے۔ اُن کے بھائی نوابزادہ طارق خان بھی آج قائد ایوان صاحب کے کابینہ کے ممبر ہیں۔ تو جناب والا! اُس کے بعد 1997ء میں سردار اختر جان مینگل صاحب کی حکومت آئی۔ جس کی حکمرانی کی مدت 18 مہینے تھی۔ اُس کے بعد ہمارے محترم۔۔۔ (مداخلت)۔

جناب چیئر مین۔۔۔ یہ تو معزز ارکان کو پتہ ہے، میرے خیال میں point پر آ جائیں۔  
میر اختر حسین لاگو۔۔۔ نہیں جناب والا! میں تھوڑا سا۔ میں ریکارڈ کی تصحیح کے لئے یہ باتیں کر رہا ہوں۔ اُس کے بعد جناب والا! 2002ء میں میں بھی اُس اسمبلی کا ممبر تھا۔ اور اُس وقت کے قائد ایوان سے کچھ اچھی یادیں ہمارے بھی وابستہ ہیں۔ وہ ہمارے قائد ایوان صاحب کے والد محترم جام محمد یوسف صاحب تھے۔ اُس کے بعد نواب محمد اسلم خان ریسائی صاحب جو ہمارے ساتھ ان پیپوں میں بیٹھے ہیں۔ اُن کی کوئی ساڑھے چار سال کی حکومت کی عمر تھی۔ اور آج اُس کے بعد جناب والا! ڈاکٹر عبدالملک صاحب جن کی پارٹی آج اس ایوان میں نہیں ہے۔ لیکن نواب ثناء اللہ زہری صاحب وہ بھی آج اُن پیپوں میں بیٹھے ہیں۔ اُس کے

بعد میر عبدالقدوس بزنجو صاحب وزیر اعلیٰ رہے کوئی چار یا چھ مہینے۔ وہ آج ہمارے اس معزز ایوان کے اسپیکر ہیں۔ اور اُس کے بعد جناب ہمارے قائد ایوان صاحب اسمبلی میں تشریف فرما ہیں۔ تو میں۔۔۔ (مداخلت)۔ وہ وزیر تھے۔ حکومت اُن کی نہیں تھی۔ وزیر اعلیٰ نواب ثناء اللہ زہری تھے۔ جو آپ کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ اور اُن کا بھائی بھی آج آپ کے ساتھ بیٹھا ہے۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے)۔ تو جناب والا! یہ قائد ایوان صاحب کو اب مجھے سمجھ نہیں آرہا ہے کہ وہ کہنا کس کو چاہ رہے ہیں۔ ہر دفعہ statement دیتے ہیں کہ کچھلی حکومتیں، کچھلی حکومتیں۔ ہماری۔۔۔ (مداخلت)۔

اصغر خان اچکزئی۔ جناب چیئرمین!۔ ان سارے حکومت میں شامل رہا۔  
میر اختر حسین لانگو۔ حکومت اُن کی نہیں تھی۔۔۔ (مداخلت)۔ یونس زہری صاحب! آپ لوگ بیٹھ جائیں۔ ضیاء جان میں نے اُس کا نام بھی لے لیا۔ بلکہ اُس سے پہلے سردار عطاء اللہ مینگل صاحب کی پارٹی کا نام بھی لے لیا۔ آپ تھوڑا سا late آئے۔

جناب چیئرمین۔ اختر لانگو صاحب! جس مقصد کیلئے اجلاس بلایا گیا۔ آپ پی ایس ڈی پی پر بات کریں۔

میر اختر حسین لانگو۔ میں اُسی پر آرہا ہوں آپ سن تو لیں۔ میں اُسی طرف آرہا ہوں۔  
جناب چیئرمین۔ نہیں، کیا کہا آپ نے ابھی؟

میر اختر حسین لانگو۔ میرے بھائی! میرے جان! میرے دوست! میرے عزیز! میرے قریب!۔  
میرے چیئرمین۔ نہیں جناب چیئرمین۔ sorry اگر میں، اُس کو حذف کر دیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں معذرت کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین۔ حذف نہیں کیا جاتا ہے آپ جاری رکھیں۔

میر اختر حسین لانگو۔ جناب چیئرمین! اس طرح کے بیان سے چونکہ پی ایس ڈی پی کے اوپر اس ایوان میں کافی عرصے سے بحث و مباحثہ ہو رہی ہے۔ اگر مفاد پرست کہا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس ایوان کے ممبروں کی، اس ایوان کی تذلیل ہوتی ہے۔ تو اس پر تحریک استحقاق بنتا ہے۔ اور ہم انشاء اللہ یہ جمع کروائیں گے۔ تو جناب اسپیکر! اس کے بعد ہم آتے ہیں PSDP پر۔ سارے بحث کر رہے ہیں۔ میں تھوڑی سی good governance کی طرف آؤں گا۔ جس کا اکثر و بیشتر ہمارے ٹریڈری پیچوں کی طرف دعوے بڑے ہوتے ہیں۔ جناب والا! اچھا ہے کہ آج CCPO صاحب بھی بیٹھے ہیں۔ good

governance کی ہماری حالات یہ ہے کہ لاء اینڈ آرڈر کو maintain کرنے کی ذمہ داری پولیس کی ہے۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج کل ہماری پولیس زمینیں قبضہ کرنے میں وہ اپنا قوت سرف کر رہی ہے۔ جناب والا! نواب نوروز خان سپورٹ کمپلیکس، ایوب اسٹیڈیم کے نام سے جو مشہور ہے۔ وہاں پر پچھلی حکومت کے دور میں پولیس والوں نے ATF سینٹر کے نام سے ایک زمین قبضہ کیا۔ میں نے اُس کے خلاف احتجاج کیا۔ ہائی کورٹ گیا۔ جب رپورٹ مانگی گئی تو اُن کو یہ زمین الاٹ تھی ہی نہیں۔ ہمارے پٹیشن کے کوئی ایک ہفتے بعد وہ الاٹمنٹ وہ لوگ وہاں سے نکل کے لے آئے۔ آج پھر اُسی سپورٹس کمپلیکس کے اندر دو کوارٹرز ہیں جو پچھلے سال کی بجٹ سے اُن کے تعمیر کا کام شروع تھا۔ اب completion کے قریب ہیں۔ آج اُس ATF سینٹر میں کوئی CCPO صاحب اُس کا صحیح بتا سکتے ہیں کہ شاید اسپیشل برانچ والوں کو یہ جگہ دی گئی ہے۔ آج اُن کوارٹروں پر کل میرے پاس سپورٹ کے ملازمین آئے، جن کو وہ الاٹ ہوئے ہیں کہ جناب وہ آئے ہیں اور اُنہوں نے کہا کہ یہ کوارٹریں ہماری ہیں خبردار اس میں کوئی شفٹ ہوا۔ جناب والا! یہ کون سا good governance ہے؟۔ یہ کون سی police کی کارکردگی ہے کہ آپ کے ہاتھ میں اگر بندوق ہے تو آپ departments کے لوگوں کے املاک کو قبضہ کریں؟۔ یہ اس کی میں مذمت کروں گا جناب والا! جو اُن کی ذمہ داری ہے، اس ایوان کی توسط سے، آپ کے توسط سے جناب چیئرمین، میں CCPO صاحب کو اور پولیس کی کے ذمہ داران کو یہ کہنا چاہوں گا کہ اپنے محکمہ کے اندر جو کالی بھڑکیں ہیں اُن پر نظر رکھیں۔ اور اس طرح کی حرکات سے یہ ہمارا ادارہ ہے، یہ ہماری department ہے، اس کی بدنامی اور تذلیل ہوتی ہے، اُس سے خدا را! اس محکمہ کو بچالیں۔

جناب چیئرمین۔ پی ایس ڈی پی پر آجائیں اور مختصر کر لیں۔

میر اختر حسین لاگو۔ میں ابھی PSDP پر آ رہا ہوں۔ جناب والا! اس PSDP پر کافی بحث و مباحثے پچھلے 9 مہینے سے چل رہی ہے۔ جس کے لیے مفاد پرست جیسے القابات بھی اس ایوان کی معزز اراکین پر لگتی ہیں۔ اس PSDP پر ہمیشہ جب بھی بحث ہوئی ہے ایک وجہ جو ہے وہ عدالت کی اُس case کو بنایا جاتا ہے کہ جی عدالت میں کیس چل رہا ہے۔ اور عدالت نے جو ہے 4 sectors define کیے ہوئے ہیں۔ اُن کو بہانہ بنا کے معاملے کو لٹکایا جا رہا تھا۔ جناب والا! جو تفصیل ACS صاحب نے ہمیں دی ہے new schemes کی، اُس میں میں صرف، وقت کی تنگی ہے، وہ sectors گنواؤں گا جن عدالت نے اُس چار کے list میں نہیں ڈالا ہے اُن کے بھی new schemes release ہیں۔ جس میں

industries کے ہیں، جس میں culture کے ہیں، جس میں communication کے ہیں۔ جس میں social welfare کے ہیں۔ تو جناب والا! یہ تمام اسکیمیں جن کی P & D سے 6444 ملین authorisation ہو چکی ہیں، 2823 ملین releases ہو چکی ہیں۔ جو اُس عدالت کے اُس چار sector کے زمرے میں نہیں آتی ہیں۔ اب جناب والا! آتے ہیں اس اسمبلی کے تقدس کی طرف۔ جناب والا! آپ کو یاد ہوگا کہ اس اسمبلی فلور میں مین نے اور زیرے صاحب نے ملک صاحب کی طرف سے ایک کوئٹہ میں جو پانی کا مسئلہ ہے اُس کے حوالے سے ایک قرارداد آئی تھی۔ اُس پر بحث کے دوران ہم نے یہ باتیں کی تھیں، جس میں ہمارے minister finance اور قائد ایوان صاحب نے بھی ہمیں یقین دہانی کروائی کہ 200 ٹیوب ویلیں گزشتہ دو tenures سے 2008ء سے لیکر کے 2018ء تک دو سو ٹیوب ویلیں ایسی ہیں جن پر کروڑوں روپے بلکہ اربوں روپے PHE department خرچ کر چکی ہے۔ اُن کی drillings اور casings وغیرہ پر وہ ٹیوب ویلز ایسی پڑی ہوئی ہے جن کے لیے کچھ پیسے اگر واسا کو release ہو جائیں تو یہ ساری ٹیوب ویلز energize ہو جائیں گی اور کوئٹہ شہر کا ایک پانی کا بڑا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ جس پر اس فلور آف دی ہاؤس پر جو ہے یقین دہانیاں کروائی گئیں۔ اُن کے لیے تو ایک ٹکا جو ہے release نہیں ہوا۔ ایک پیسہ تک release نہیں ہوا۔ وہ ٹیوب ویلز آج دن تک اسی طرح as it is بند پڑی ہوئی ہیں۔ تو جناب والا! اس Floor of the House پر اگر کوئی commitment ہوتی ہے، کوئی بات ہوتی ہے، تو وہ اس ہاؤس کی property بن جاتی ہے۔ وہ اس ہاؤس کی عزت کا مسئلہ بن جاتا ہے۔ ہم آئے روز، اچھا ہے سردار عبدالرحمن صاحب بھی آگئے، ہر اجلاس میں یہ یقین دہانیاں ہوتی ہیں، عملدرآمد کچھ نہیں۔ آج کے اس اجلاس میں بھی قائد ایوان صاحب بھی بیٹھے ہیں۔ سردار عبدالرحمن صاحب بھی بیٹھے ہیں۔ اُن کے سینئر وزراء بھی بیٹھے ہیں۔ کابینہ کے دوسرے اراکین بھی بیٹھے ہیں۔ آج ہماری ان سے ایک request ہے کہ آج کی اس اسمبلی میں کم سے کم وہ بات کریں جو وہ کر سکتے ہیں۔ جو وہ نہیں کر سکتے ہیں۔ مہربانی کر کے اس ہاؤس کی تقدس کو۔ اور اس ہاؤس میں بیٹھے ہوئے ممبران کی تقدس کا خیال رکھیں اور ان چیزوں کو نہیں کریں۔ اور میری آپ کے توسط سے ہوم منسٹر صاحب بھی یہ درخواست ہے کہ اُس stadium کے sports complex کے حوالے سے ہائی کورٹ کی judgement پڑی ہوئی ہے۔ جو میرے petition پر ہے۔ اُن کو پولیس والوں کو وہ center چونکہ اُس پر انہوں نے اتنی تیزی سے اور بد معاشی سے کام start کیا کہ وہ جب تک ہمارا case چل رہا تھا 50% انہوں نے stay کے دوران ہی اُن کو

complete کر لیا۔ پھر ہائی کورٹ نے مجبوراً یہ فیصلہ دیا کہ اب چونکہ گورنمنٹ کا پیسا اس پر لگ چکا ہے۔ لہذا وہ جگہ انہوں نے پولیس department کو دی۔ لیکن اُن کو اس حد تک bound کر دیا کہ آپ sports complex کی طرف سے اپنا gate بھی نہیں رکھ سکتے ہیں۔ gate بھی آپ پیچھے کی طرف جو منوجان روڈ کا راستہ ہے وہاں سے آپ اپنا entrance رکھیں گے۔ اور کہیں سے نہیں رکھیں گے۔ تو جناب والا! وہ judgement کی کاپی بھی میرے پاس پڑی ہوئی ہے۔ اب اگر وہ ایک قدم بھی sports complex میں رکھیں گے یہ تو بین عدالت کے زمرے میں آئے گا۔ تو مہربانی کر لیں میرے محترم وزیر داخلہ صاحب! کہ اپنے پولیس والوں کو کم سے کم وہ جگہ جو انہوں نے قبضہ کر لیا ہے، اب اُن کی ملکیت بن گئی ہے۔ اُس boundary wall تک اُن کو محدود رکھیں۔ اُن کو مزید جو ہے وہ قبضہ گیری سے روک لیں۔ بہت شکریہ جناب اسپیکر! آپ کا وقت دینے کا۔

جناب چیئر مین۔ صحیح ہے۔ محمد خان لہڑی صاحب، اس پر سوال آیا تھا سوال کا جواب دیں۔ محمد خان لہڑی صاحب آپ!

میر محمد خان لہڑی (مشیر برائے وزیر اعلیٰ محکمہ تعلیم)۔ شکریہ جناب چیئر مین صاحب۔۔۔ (مدخلت)۔

سر دار عبدالرحمن کھیتران۔ میں نے جو ملک صاحب نے تقریر کی تھی میں نے تفصیلی بتا دیا ہے کہ بجٹ، PSDP، اس ایوان، وہ طریقہ کار سارا بتا دیا۔ میری اُن سے گزارش ہے کہ ہم نے جو آئین کہتا ہے جو اس اسمبلی کے قوانین کہتے ہیں اُس کے مطابق میں نے سمجھا دیا ہے۔ بلکہ مجھ سے زیادہ وہ جانتے ہیں اس چیز کو کہ proposed budget کیا ہے اور revised budget کیا ہے اور کب پیش ہوتا ہے اور کیا سلسلہ ہے۔ تو مہربانی کر کے ابھی باقی issues پر بھی ضرور وہ بات کریں PSDP پر۔ جو بھی جس topic پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ یہ PSDP ایک مہینے میں لے آئیں گے ہم آپ کے پاس۔

جناب چیئر مین۔ محمد خان لہڑی صاحب آپ بات کر لے order in the house۔ سننے سننے۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ محکمہ تعلیم۔ شکریہ جناب چیئر مین صاحب۔ میرے دوست عزیز صاحب نے جو خضدار کے حوالے سے اور ایجوکیشن کے حوالے سے کچھ چیزیں یہاں جو ہمارے سامنے رکھی۔ ہم نے CM initiative program ابھی شروع ہوا ہے تقریباً، اس میں تقریباً واش کے پروگرام جو تھے ہمارے چالیس اسکولوں کا، ہم نے خضدار کے لیے رکھے ہیں وہ بھی tender ہو چکے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ shelterless schools کا جو ذکر کیا میرے دوست نے colleague نے تقریباً خضدار میں 12 کے قریب جو ہمارے shelterless schools ہیں اُن کی بھی PDWP ہوا ہے۔ اُن کا بھی ٹینڈر

ہوا ہے یا اگر نہیں ہوا ہے تو وہ مجھے بتا سکتے ہیں کہ نہیں ہوئے ہیں تو انشاء اللہ وہ بھی ہم کروالیں گے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ خضدار میں جیسے کہ دوست نے کہا کہ تقریباً 700 schools ہیں جس میں 161 اسکولز بند ہیں، جو آپ نے باتیں کیں میں وہ باتیں کر رہا ہوں آپ کے سامنے ابھی۔ تو آپ مجھے وہ دے دیں اگر وہ اسکولیں ہیں جن کے code | | x | وہ اسکول ہیں جو چل رہے ہیں اساتذہ ہیں ہم وہ education hand over ہوئے بالکل ہم اُن کے خلاف جو اسکولیں بند ہیں ہم DO, DDO اُن کے خلاف بھی کارروائی کریں گے یا جو اساتذہ اسکول نہیں آتے ہیں اُن کے خلاف بھی کارروائی کریں گے کہ کیوں یہ اسکول بند ہیں۔ اگر کوئی اسکول کو اس وقت BMS code issue نہیں کیا گیا ہے اُس اسکول کو ہم اسکول ہی تصور نہیں کرتے ہیں کہ کیونکہ وہ education کے آیا بھی نہیں ہے۔ جن اسکولوں کو BMS code ہے آپ وہ BMS code کے توسط جو ہے ایک rules ہے اُس کے مطابق مجھے دے دیں ہم وہ اسکولوں کو فعال بھی کریں گے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ جیسے میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ ہم نے recruitment policy تیار کیا ہے انشاء اللہ جلد سے جلد جو ہمارا ایک بہت بڑا gap ہے ایجوکیشن کے حوالے سے اساتذہ کی کمی ہے۔ انشاء تعالیٰ ہم اُس خلا کو جلد سے جلد پر کریں گے۔ جو اساتذہ کی وجہ سے اسکول بند ہیں انشاء اللہ وہ کھولیں گے۔

جناب چیئرمین۔ اصغر ترین صاحب۔ kindly مختصر بات کر لے۔

اصغر علی ترین۔ جب میری باری آتی ہے آپ مختصر کہہ دیتے ہیں۔

جناب چیئرمین:- کیوں کہ اور بھی ایجنڈے ہیں پنپانے ہیں۔ بات تو بہت ہوگئی PSDP پر آپ کی جماعت کی طرف سے موقف بھی آگیا ہے۔

اصغر علی ترین:- بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بہت شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔ یہاں پر ہمارے دوستوں نے PSDP کے حوالے سے کافی عرصے سے بات کر رہے ہیں مگر گورنمنٹ پتہ نہیں کیوں نظر انداز کر رہی ہے۔ نہ بیٹھے کو تیار ہے نہ بلائے کو تیار ہے۔ اور اشارے بھی کر رہی ہے۔ ہفتے کے دن میں نے کالج ایلیمنٹری کالج پشین میں ہے۔ میں اچانک گیا اور میں نے وہاں کا دورہ کیا یہ ہمارے جو ہے نہ مشیر تعلیم صاحب کے علم میں اضافہ کرنا چاہوں۔ اور جام کمال صاحب کی علم میں بھی اضافہ کرنا چاہوں کہ جس بات کو ہم کوڈ کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جی اپوزیشن والے اپنی وہ پشتوں میں کہتے ہیں کہ ملکی خانی چاہتے ہیں۔ لیکن ہم اگر کسی بات کو کوڈ کرتے ہیں تو عوام کا کیا اُس میں فائدہ ہے اور علاقے کا اُس کا فائدہ ہے اور بلوچستان کو اُس میں فائدہ ہے۔ تو

میں نے یہ کالج visit کیا جناب اسپیکر تباہ حال یہ کالج تھا آپ سن کے حیران ہونگے کہ بچوں کی students کی تعداد 28 تھی اور اسٹاف کی تعداد 18 تھی۔ اسٹاف 18 موجود تھا اور students 28 موجود تھے۔ جب ہم students کے پاس گئے لائبریری میں بیٹھے ہوئے تھے فرش پر، ہم نے پوچھا آپ کیوں بیٹھی ہے کیا وجہ ہے انہوں نے کہا کہ ارد گرد آپ کے یہ الماریاں بنی ہوئی ہے اس میں کتابیں موجود ہیں لیکن ان کو تالا لگا ہے۔ ہم آدھے گھنٹے سے teacher کا wait کر رہے ہیں teacher آئیگی تو تالا کھولیں گے۔ ٹھیک ہے ہم نے کہا بلاتیں principal teacher کو بلایا ہم نے ان سے پوچھا جی وہ آرہے ہیں میں نے کہا ٹھیک ہے۔ اُس کے بعد بچیوں کا یہ کہنا تھا کہ ہماری computer classes ہے وہ نہیں لی جاتی جس پر ہم نے principal کو ان کے اسٹاف کو بلایا انہوں نے کہا کہ جن کے سلیبس میں کمپیوٹر کلاسز نہیں ہیں۔ جب سلیبس ہم نے چیک کیا تو اُس میں بالکل وہاں پر کمپیوٹر کلاسز موجود تھے۔ پھر ان بچیوں کا یہ گلا تھا آپ سن کے حیران ہونگے کہ اگر ہم ایک کانڈکٹیوٹو کاپی کراتے ہیں اُس فوٹو کاپی کا ہم سے پیسے لیے جاتے ہیں جس پر پرنسپل صاحبہ نے کہا ایسی کوئی بات نہیں ہے جب students کو بلایا گیا اور اُس کالج کے اسٹاف کو بلایا گیا انہوں نے گواہی دی بالکل اور یہ مشین جو فوٹو مشین ہے وہ باقاعدہ پرنسپل صاحبہ کے office میں پڑھی ہوئی تھی۔ اور باقاعدہ اُس کالج کے اسٹاف نے گواہی دی کہ بالکل ہم ان سے یہ پیسے لیتے ہیں۔ یہ situation ہے پشین کی جو ہم نے visit کیا۔ ایک اور اسکول ہم گئے وہاں پر پانچ خاتون اساتذہ غیر حاضر تھے اس کے اور میں آگے جاتا ہوں جناب اسپیکر کیڈیٹ کالج میں گیا ہوں جس کا ہمارے علاقے میں بڑا شور ہے ایک شور شرابہ مچ رہا ہے کہ کیڈیٹ کالج پشین تباہ حالی کا نشان ہے۔

جناب چیئرمین۔ سردار کھٹیران صاحب۔ Order in the House۔ آپ یہاں موبائل پر بات نہیں کر سکتے ہیں۔ میں آپ سے مخاطب ہوں آپ موبائل پر بات کر رہے ہیں۔ سنے معزز رکن کیا کہہ رہا ہے۔ جی ترین صاحب!

اصغر علی ترین۔ جناب اسپیکر! کیڈیٹ کالج پشین کا پورے district پشین میں یہ شور ہے کہ کیڈیٹ کالج پشین تباہ حالی کا شکار ہے۔ ہم اچانک گئے وہاں پر ہم نے وہاں بچوں کے ساتھ دوپہر کا کھانا بھی کھایا ان کے ساتھ، اسٹاف کے ساتھ students کے ساتھ ہم نے بات چیت بھی کی۔ اگر میں آپ کو بتاؤ الفاً میں کہہ رہا ہوں اللہ تعالیٰ کو حاضر حاضر جان کے وہ کھانا تھا کہ کم سے کم وہ کھانے کے قابل نہیں تھا۔ بریانی پکی ہوئی تھی اور راستہ جو ہے وہ اتنا پانی سے بھرا ہوا تھا کہ آپ کے پینے کے قابل نہیں تھا ہم گئے۔ ان کے Rooms میں جہاں

پر چار students کے رہنے کی جگہ ہے وہاں پر 18 ہیں۔ جہاں 6 ہے وہاں انہوں نے 12 beds لگائے ہوئے ہیں۔

جناب چیئرمین۔ PSDP کے ساتھ link کر دیں۔ جی۔

اصغر علی ترین۔ جی، جناب اسپیکر! میں education کی بات کر رہا ہوں۔ یہ بھی PSDP کا حصہ ہے education ہے، health ہے، امن امان ہے، یہ بھی اس کا حصہ ہیں۔ تو جناب اسپیکر! جب پوچھا گیا کہ strenght کیا ہے تعداد کتنی ہونی چاہئے؟۔ اُس میں 2 سو 20 ہیں۔ جبکہ 4 سو 40 سے plus students کو داخلہ دیا گیا ہے۔ اس education کا کوئی پرسان حال نہیں ہے ڈسٹرکٹ پشین میں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ سیکرٹری صاحب نے خود visit کیا وہاں کے علاقہ مکیں کے لوگوں نے اُس کا گھیراؤ کیا اُس کو بتایا کہ نہ کوئی ٹیچر آتے ہیں یہاں پر، نہ کوئی پڑھائی ہوتی ہے۔ اور میں نے باقاعدہ سیکرٹری صاحب کو باقاعدہ کورٹ کی کچھ چیزیں ہیں انہوں نے اُن چیزوں کو نظر انداز کیا ہے۔ اور آپ کا education sector ڈسٹرکٹ پشین میں کم از کم وہ پیچھے گیا ہے، آگے نہیں آیا۔ دوسری بات اگر ہم کرتے ہیں جناب اسپیکر technical training centre کی۔ technical training center پچھلے 27 سالوں سے بند پڑا ہوا ہے۔ 1 کروڑ 33 لاکھ کی مد میں پرنسپل اور اُن کے اسٹاف کی تنخواہیں لی جا رہی ہیں۔ 1 کروڑ 33 لاکھ روپے، نہ وہاں پر اسٹاف ہے، نہ وہاں پر structure ہے۔ میں نے خود visit کیا ہے computer میں نے خود on کیا ہے۔ نہ اُن میں کوئی program instal تھا، نہ کچھ تھا۔ صرف یہ کاغذی کارروائی کی حد تک ہے۔ اور یہ باقاعدہ video میں نے جام کمال صاحب کو WhatsApp کی ہے، ان کے سیکرٹری کو میں نے WhatsApp کی ہے۔ باقاعدہ میں نے ان سے کہا کہ یہ آپ دیکھ لیں اس کا نوٹس لیں یہ دو مہینے سے واویلا چل رہا ہے۔ لیکن اس کا پرسان حال نہیں ہے۔ دوسری بات اگر ہم کرتے ہیں

جناب چیئرمین۔ conclude کریں، مختصر کریں please۔ جی۔

اصغر علی ترین۔ بارشوں کے حوالے سے جناب اسپیکر! satellite سے ہم نے نکالا ہے ڈسٹرکٹ پشین کا جناب اسپیکر آپ سن لیں ذرا جو drought تھا، تب ڈسٹرکٹ کی position کیا تھی۔ اور اب کیا ہے۔ اس میں سارا کچھ واضح ہے۔ اگر اس میں کوئی مانگنا چاہتا ہے، تو میں دینے کو تیار ہوں۔ ہمارے DC صاحب نے باقاعدہ 3 ہزار فیملیز کی demand کی تھی سامانوں کی کہ 3 ہزار خاندان اس سے متاثر ہوئے تھے۔ جس

کے لیے انہوں نے demand کی تھی۔ ہمیں یہ یہ items چاہئے۔ انہوں نے کہا تھا، Treants, rice, cooking oil, sugar, tea, bags, blankets. اور ان کو ملا کیا ہزار ہزار پیس ملا ہے۔ جو نہ ہونے کے برابر ہیں۔ دو ہزار فیلمیل کو آپ نے اس میں نظر انداز کیا ہے۔ اور آخری بات میں آپ سے کہوں جناب اسپیکر! ایک یہ بڑا valid point ہے۔

(خاموشی۔ مغرب کی اذان۔)

جناب چیئرمین۔ جی اصغر صاحب! آپ اپنی بات پوری کریں۔

اصغر علی ترین۔ جناب اسپیکر! ایک یہ ہے جب بھی کسی صوبے میں disaster آتا ہے یا flood آتا ہے۔ یا کوئی آفت آتی ہے تو گورنمنٹ کی ایک پالیسی ہوتی ہے۔ policy rate بتاتی ہے کہ اس کو کیسے compensate کیا جاتا ہے، اس کو کیسے tackle کیا جائے۔ دعوے تو بڑے کی جاتی ہیں کہ cabinet کی میٹنگ 18 گھنٹے چلی ہے۔ 8 گھنٹے چلی ہے۔ لیکن یہ policy rate جو ہے یہ 2007ء کا ہے۔ جو ابھی apply ہو رہا ہے۔ 2007ء کا 2019ء policy rate میں apply ہو رہا ہے۔ اُس policy میں آپ دیکھیں اُس میں یہ loss of the human life یعنی انسانی جانوں کے ضائع اگر ہو جائیں۔ تو اُس میں کیا compensation ہے؟۔ اُس میں یہاں 50 ہزار روپے disable injured یعنی اگر اُس disaster میں اُس آفت میں اگر کوئی انسان disable ہو جاتا ہے، زخمی ہو جاتا ہے، اُس کے لیے 25 ہزار روپے رکھے گئے ہیں۔ If a house is damaged totally یعنی اگر کوئی گھر مکمل تباہ ہو جاتا ہے اُس کے لیے انہوں نے رکھا ہے ایک لاکھ روپیہ۔ اگر اُس کا کوئی حصہ تباہ ہو جاتا ہے تو اُس کے لیے رکھے ہیں 25 ہزار روپیہ۔ اس طرح جانوروں کے لیے گائے وغیرہ مال مویشی اگر ضائع ہو جاتا ہے اُس کے لیے رکھے ہیں 7 ہزار روپیہ۔ اس طرح اور بھی حیوانات کے لیے انہوں نے رکھے ہیں vegetable اگر کوئی کاشتکاری میں اگر نقصان ہوتا ہے اس flood میں یا اس disaster میں اُن کے لیے رکھا ہے 70 سے 40 فی kg کے حصہ سے اُن کو manage کیا جاتا ہے۔ تو یہ جو list ہے policy کی یہ 2007ء کی ہے۔ لہذا گورنمنٹ کو اس پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔ کوئی نیٹو policy rate بنانا چاہئے تاکہ کم از کم کوئی اگر اس صوبے میں کسی بھی ڈسٹرکٹ میں کوئی آفت آتی ہے کوئی نقصان ہوتا ہے تو اُس کا مکمل ازالہ کیا جائے اور آخر میں میں اپنے محترم اصغر اچکزئی صاحب نے ایک بات کی یہاں پر اُس کا میں جواب دینے چاہتا ہوں۔ یہاں پر موجود تو نہیں ہیں وہ۔ انہوں نے کہا جی کہ جیسے ہمارے اختر حسین لانگو صاحب نے بتایا کہ

یہاں پر جنہوں نے حکومت کی جو زیر اعلیٰ بنے اُن کی تاریخ انہوں بتادی ہے۔ وہ بھی ایک اخباری بیان ہمارے CM صاحب نے دی ہے۔ اُن کی روشنی میں انہوں نے یہ کہا ہے کہ جمعیت ہر گورنمنٹ کا حصہ رہی ہے۔ ہاں بالکل جمعیت ہر گورنمنٹ کا حصہ رہی ہے۔ اور ہم اُس پر فخر کرتے ہیں۔ آپ نے KPK میں ایک دفعہ گورنمنٹ کی ہے۔ ابھی آپ کی کتنی سیٹیں ہیں آپ مجھے بتائیں؟۔ آپ سے لوگوں کا اعتبار اٹھ گیا ہے۔ اور جو ابھی ادھر کرنے جا رہے ہو آپ بھی گورنمنٹ کا حصہ ہو۔ اس کا بھی result آپ کو چار سال بعد پتہ چل جائے گا۔ کوئی چار سال دُور نہیں۔ یہ بھی قریب آجائے گا انشاء اللہ پتہ چل جائے گا۔ شکر یہ۔

جناب چیئرمین۔ شکر یہ جی میر حمل کلمتی صاحب!

میر حمل کلمتی۔ شکر یہ جناب اسپیکر۔ آج 11 سال ہو گئے ہیں اس اسمبلی کا ممبر ہوں اور آج پہلی دفعہ یا یہ پہلی حکومت ہے کہ اس نے PSDP کے حوالے سے اس اسمبلی میں discuss ہو رہی ہے۔ اُس کی وجوہات یہ ہیں کہ development کا یا ترقی کا تدارک چکا ہے۔ اور اُس کو آگے لے جانے کے لئے ہمیں ضرورت پڑی تو ہم نے اجلاس call کی۔ جناب اسپیکر! PSDP کے بارے میں میں سمجھتا ہوں کہ بلوچستان میں لوگ دو چیزوں سے وابستہ ہیں، ایک سرکاری ملازمت، دوسرا development۔ جب PSDP جب چل پڑتی ہے تو یہاں بلوچستان میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ کوئی ٹھکیدار کوئی مزدور کوئی ڈرائیور کوئی پنچر کی دوکان چلاتا ہے کوئی ہوٹل چلاتا ہے کوئی کریش بیچتا ہے۔ کوئی ریت بیچتا ہے۔ کوئی سیمنٹ بیچتا ہے۔ تو اس سے ہزاروں لاکھوں لوگوں کی روزگار وابستہ ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ۔۔۔ (مداخلت)۔ سردار عبدالرحمن کھتیران۔ جناب اسپیکر! point of order مہربانی کر کے نماز کا وقفہ دے دیں۔ سارے نماز باجماعت ہم کر لیتے ہیں۔ پھر 15 منٹ کے بعد ہم آجاتے پھر تسلی سے حمل تو تقریر کر لیں۔ مہربانی۔ آؤ آج ہماری جماعت کے ساتھ نماز پڑھو۔

قادر علی نائل (جناب چیئرمین)۔ نماز کے لیے 15 منٹ کا وقفہ دیا جاتا ہے۔

(وقفہ نماز کے بعد اجلاس دوبارہ شروع ہوا)

جناب چیئرمین۔ السلام وعلیکم۔ میر حمل صاحب مختصر کر دیں۔

میر حمل کلمتی۔ میں نے پہلے کہا ہے کہ پبلک کے ٹیکس کے پیسے ضائع نہیں ہونی چاہیے۔ موجودہ حکومت پچھلی حکومت کو کہتی رہی کہ پندرہ بلین روپے فیڈرل گورنمنٹ کے انہوں نے lapse کر دیے۔ جبکہ situation آپ کے سامنے ہے دو مہینے گزر گئے ہیں قائد ایوان صاحب فرماتے ہیں

کہ 88 Million Rupees کا ہمارا بجٹ ہے 40 Millions Rupees یہ release ہو چکے ہیں جبکہ ایسا نہیں ہے۔ 40 Billions کی صرف authorization ہوئی ہے۔ میری جو knowledge ہے شاید میں غلط ہوں گیارہ سے بارہ ملین روپے ریلیز ہو چکے ہیں اس وقت۔ اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے پی ایس ڈی پی پچھلی حکومت میں بنی اور اس وقت قدوس بزنس صاحب وزیر اعلیٰ تھے۔ ہمارے دوست فرماتے ہیں کہ یہ پی ایس ڈی پی صرف چند مخصوص لوگوں کے لئے بنائی گئی ہے اور اس پی ایس ڈی پی میں کوئی خاص کوئی پبلک سیکٹر میں کوئی خاص اسکیمیں نہیں ہیں۔ تو آیا یہ تو پھر، یا، کہتے ہیں کہ ہمارے پاس اتنے پیسے نہیں تھے اتنے کہ پی ایس ڈی پی بنائی گئی ہے۔ مجھے لگتا ہے شاید قدوس بزنس صاحب غلط ہوں۔ یا تو ان دنوں جو۔۔۔ (مداخلت)۔

محترمہ شکیلہ نوید نور قاضی۔ کورم پورا نہیں ہے۔

جناب چیئرمین۔ سیکرٹری صاحب گنتی کر دیں کورم کی نشاندہی کی گئی ہے۔ کورم پورا ہے؟۔ اچھا۔ کورم پورا ہے۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے)۔

میر حمل کلمتی۔ آیا جن لوگوں نے پی ایس ڈی پی پچھلی حکومت نے بنائی ہے تو وہ لوگ غلط ہیں۔ تو میرے خیال سے قدوس بزنس اپنی غلطی کو تسلیم کرتے ہیں وہ اب یہاں نہیں ہیں مجھے اُنکے سامنے یہ بات کرنی چاہیے تھی اور میں اُن کو request کرتا کہ پچھلی حکومت بھی آپ کی تھی۔ موجودہ حکومت بھی آپ کی ہے۔ پچھلی حکومت میں بھی ہم اپوزیشن میں تھے اب بھی ہم اپوزیشن میں ہیں۔ اگر میں قدوس بزنس کو جگہ ہوتا اور مجھ پر اس طرح کے الزامات لگائے گئے ہوتے تو میں Speakership سے resign کر دیتا۔ میں نہیں کہوں گا کہ ہسپتالوں میں دوائیاں نہیں ہیں میں نہیں کہوں گا کہ ڈاکٹرز نہیں ہیں میں نہیں کہوں گا کہ اسکولوں میں ٹیچرز نہیں ہیں میں نہیں کہوں گا کہ اسکولوں میں فرنیچر نہیں ہیں۔ میں نہیں کہوں گا کہ اسکولوں کے بلڈنگز نہیں ہیں۔ میرے دوست کہتے ہیں کہ میرے 165 schools shelterless ہیں یا بند پڑے ہوئے ہیں۔ میرے بھی اسی طرح بند پڑے ہوئے ہیں۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میرے جو بند کیئے ہوئے بند پڑے ہوئے اسکولز تھے۔ میں اُنکو اپنی مدد آپ سے بہت ساری اسکولوں کو چلا رہا ہوں۔ لیکن میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم صفائی کی بات کر رہے ہیں کہ صفائی نہیں ہو رہی ہے۔ بلوچستان کے شہر ایسے لگتے ہیں کہ ہم لیاری کی گلیوں میں جا رہے ہیں۔ اور میں یہ کہتا چلوں کبھی بھی ہم کہتے ہیں کہ دوائیاں نہیں ہیں یہ نہیں ہیں۔ تو جو لوگ 1972ء سے ان اسمبلیوں میں ہیں انہیں اقتداروں میں ہیں وزیر اعلیٰ رہے ہیں وفاقی وزیر

رہے ہیں۔ ہم اُن سے کیا گلہ کریں انہوں نے اپنے ڈسٹرکٹ میں کوئی ترقی نہیں دی وہ کیا پورے بلوچستان میں آ کے ترقی کا جال بچھائیں گے؟۔ میں آپ کو ایک واقعہ سناؤں کہ آج سے ایک ہفتے پہلے پرائم منسٹر کے وزٹ پر میں گوادریگیا ہوا تھا۔ واپس پر میں travelling کر کے by road آ رہا تھا مجھے افسوس ہوا کہ پاس ایک فیملی ایکسیڈنٹ ہوئی اُس میں ایک چھوٹی بچی چھ سال کی گاڑی کے نیچے آ گئی۔ اور میں نے اُن سب لوگوں کو اپنی گاڑی میں اٹھایا اُن کو لے کر کے گیا پورے راستے میں کوہ ملیر سے لیکر جہاں سے میرا ڈسٹرکٹ ختم ہوتا ہے۔ وہ zero-point تک آتے ہیں کوئی B.H.U. کوئی نہیں۔ یہ میرا تو ڈسٹرکٹ نہیں ہے۔ آپ ترقی کی بات کرتے ہیں۔ اور جب میں گیا اُس ہسپتال میں ہیڈ کوارٹر ہسپتال تھا اوٹھل کا۔ وہاں پر صفائی، وہاں پر دوائی کوئی نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ وہ میرا ڈسٹرکٹ تھا کیا؟۔ وہ قائد ایوان کا ڈسٹرکٹ ہے تو اُن کی ڈسٹرکٹ کی یہ حالت ہے ہم کیوں اپنے ڈسٹرکٹوں کا گلہ کریں۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے)۔ جناب اسپیکر! دیکھیں! ہم نہیں کہتے کہ جہاں جتنے بھی آج سے پہلے رہے ہیں۔۔۔ (مداخلت۔ آوازیں ”کورم پورا نہیں ہے“)

جناب چیئرمین۔ سیکرٹری صاحب! دوبارہ گنتی کر لیں۔ حمل کلمتی صاحب! کورم ٹوٹ گیا ہے میرے خیال میں۔ آپ پورا کروادو پانچ منٹ کے لئے گھنٹی بجاتے ہیں آپ پورا کر لیں۔ سیکرٹری صاحب کہہ رہے ہیں کہ کورم ٹوٹ گیا ہے پانچ منٹ بجاتے ہیں اُسکے بعد آپ پورا کروالیں۔ حمل کلمتی صاحب کورٹ ٹوٹ چکا ہے۔ جی حمل کلمتی صاحب۔

میر حمل کلمتی۔ جناب اسپیکر! اسکولوں کی حالت ایجوکیشن کی حالت اور روڈوں کی حالت آپ کو پتہ ہے پانی کے نظام کی حالت آپ کو پتہ ہے جناب اسپیکر! اس عمل کو چلنا چاہئے۔ بات کرتے ہیں کہ ہم نے دس دس کروڑ روپے دیئے ہیں ڈپٹی کمشنروں کو۔ یہاں پر عوامی نمائندے بیٹھے ہیں لوگوں نے اُن کو منتخب کیئے ہیں۔ اور یہاں پر ہمیں کہا جاتا ہے۔ ہمارے ڈسٹرکٹوں میں جا کر کے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے آپ کے نمائندوں نے کچھ نہیں کیا۔ میں کہتا چلوں اگر ہم کچھ نہیں کرتے۔ ہم کہتے ہیں پندرہ ہزار روٹ پہلی دفعہ لیکر کے آئے ہیں دوسری دفعہ تیرہ ہزار اور اس دفعہ تیس ہزار روٹ لیکر کے آئے ہیں عوام نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہم ترقی پسند لوگ ہیں اور ہم لوگوں نے ترقی کے عمل میں اپنے لوگوں کو شامل کیا ہے جناب اسپیکر۔ شکر یہ جناب اسپیکر۔

جناب چیئرمین۔ جی ضیاء لانگو صاحب۔